www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ
لاہور

المُرشد

فروری : 2000

اللہ
رسول
محمد

"انشاء اللہ روئے زمین پر اسلام کا غلبہ ہوگا" (امیر محمد اکرم اعوان)

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد نمبر21 شوال 1420ھ بمطابق فروری 2000ء شمارہ نمبر7

اس شمارے میں

1	اداریہ (حکومت سپریم کورٹ کے فیصلے پر فوری عمل کرے	محمد اسلم	3
2	اسلام اور پاکستان	امیر محمد اکرم اعوان	4
3	غیر سودی نظام' چند قابل عمل تجاویز	کے ایم اعظم	10
4	تعاون و عدم تعاون	امیر محمد اکرم اعوان	14
5	ایک بڑے مسلمان کی رحلت	ڈاکٹر امین اللہ	21
6	مولانا علی میاں کی رحلت	خصوصی مضمون	26
7	یوم دعا	امیر محمد اکرم اعوان	28
8	کلام شیخ (پیغام)	سیماب اویسی	36
9	رہبر تصوف کی باتیں	حضرت اللہ یار خانؒ	38
10	جنت کی ایڈوانس بکنگ	امیر محمد اکرم اعوان	39
11	ہر حکومت عوام کے کڑاکے نکالتی ہے	جاوید چودھری	44
12	گزشتہ ہزاری کے چند واقعات	تاریخ کے اوراق سے	45
13	مجلس ذکر	پروفیسر عبدالرزاق	47
14	جو دم غافل	امیر محمد اکرم اعوان	55
15	مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار' سلطان محمود غزنوی	غلام دیانی	61

رابطہ آفس:- دارالعرفان' عقب عبداللہ پور رویگن سٹینڈ' ریلوے کالونی فیصل آباد- فون 727410

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق — انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

پتہ:- ماہنامہ المرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ' لاہور- فون 5180467

www.naqshbandiaowaisiah.com

سودی معیشت کے خلاف سپریم کورٹ کا فیصلہ
حکومت فوراً عملدرآمد کرے

23 دسمبر 1999ء کو سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ نے حکومت' قومی بنکوں اور مختلف مالیاتی اداروں کی جانب سے دائر کی جانے والی اپیلوں کو نمٹاتے ہوئے ہر قسم کے سود اور سودی کاروبار کو قرآن و سنت سے متصادم قرار دیتے ہوئے ہدایات جاری کیں۔ حکومت 31 مارچ 2000ء تک تمام مروجہ قوانین کو ختم کر کے اسلامی قوانین پر مشتمل متبادل نظام نافذ کرے۔ سپریم کورٹ نے اس سلسلہ میں ماہرین پر مشتمل کمیشن قائم کرنے کی بھی ہدایت کی جو معاشی نظام کو سود سے پاک بنانے کیلئے حکومت کو رہنمائی فراہم کرے گا۔

عدالت عظمیٰ کے فیصلے کو ایک ماہ سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے مگر تاحال حکومت نے معیشت کو سود کے بغیر چلانے کیلئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا عدالت کے واضح احکامات کے باوجود ابھی تک ماہرین کی کمیٹی نہیں بنائی گئی جس سے مذہبی اور عوامی حلقوں میں تشویش پائی جاتی ہے۔ اس معاملے میں حکومت کی سست روی اور عدم دلچسپی قابل مذمت ہے۔

ویسے بھی ایک اسلامی ملک میں مسلمانوں کیلئے اس بحث کہ سود قانونی ہے یا غیر قانونی' حلال ہے یا حرام بالکل فضول بات ہے اور قیام پاکستان کے وقت سے ہی پاکستان کے معاشی نظام کو سود کے بغیر چلانے کی ضرورت تھی مگر پاکستان کے حکمرانوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ایک فضول بحث میں الجھ گئے سود کے قانونی یا غیر قانونی ہونے کی بحث کرنا ایسے ہی ہے کہ جیسے ہم عدالت سے پوچھیں کہ چوری' ڈاکہ' قتل و غارت قانونی ہے یا غیر قانونی۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور جسے چودہ سو سال قبل حضرت محمدؐ نے عملاً نافذ کیا اس کے بارے میں بحث کرنے کا اختیار کسی کے پاس نہیں۔ یہ تو ہمارے حکمرانوں کی ہٹ دھرمی رہی کہ انہوں نے باون برسوں سے قوم کو یہودیوں اور انگریزوں کا نظام اپنانے پر مجبور کئے رکھا اور انہیں سودی معیشت میں جکڑے رکھا قیام پاکستان کے بعد سے تاحال ہماری نسلیں اس سودی معیشت کے چنگل میں پھنس کر تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارے مغرب زدہ حکمرانوں کو اس بات پر یقین نہ تھا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کھلے اور واضح الفاظ میں حرام قرار دیا ہے وہ مسلمانوں کیلئے کسی صورت بھی حلال یا قانونی نہیں ہو سکتی پھر بھی حکمران اللہ کے احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے بات کو لٹکانے کیلئے عدالتوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف درخواستیں دائر کرتے رہے بہر حال سپریم کورٹ کے واضح فیصلے کے بعد ان مغرب زدہ حکمرانوں کو اس بات کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔

حقیقت تو یہی ہے کہ چند بڑے حکمران خاندانوں کی خواہشوں اور من مانیوں نے پاکستان کی معیشت کو سود زدہ بنائے رکھا جس کا نقصان ملک اور پوری قوم کو ہوا۔ سودی نظام معیشت نے کاروبار تباہ کر دیئے۔ صنعتیں بری طرح متاثر ہوئیں اور ملک دیوالیہ پن کے قریب پہنچ گیا سودی معیشت کا سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ بڑے دولت مندوں کو مزید دولت مند بنانے کا باعث بنتا ہے اور غریب کو غریب تر بنا دیتا ہے۔ متوسط اور غریب طبقے کیلئے اس کے نقصانات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عام محلے میں کاروبار کرنے والا کوئی فرد اگر اپنے کاروبار کیلئے دو لاکھ روپے قرض لیتا ہے تو اسے متعلقہ بنک کو بیس فیصد سود ادا کرنا پڑتا ہے جبکہ اس کا زیادہ سے زیادہ منافع دس' بارہ فیصد سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح پچاس لاکھ یا ایک کروڑ روپے قرض سے چھوٹے پیمانے پر صنعت لگانے والے صنعتکار کو زیادہ سے زیادہ پندرہ فیصد منافع حاصل ہوتا ہے جبکہ اسے بیس فیصد سود ادا کرنا ہوتا ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر پاکستان میں صنعتیں بیمار (sick) ہوتی رہیں جس کا نقصان صنعتکار کو بھی ہوا اور پاکستان کی مجموعی معیشت کو بھی۔ البتہ اربوں روپے قرض لینے والے سودی نظام سے فائدہ ضرور حاصل کرتے ہیں کیونکہ سرمایہ کاری زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ چالیس سے پچاس فیصد تک منافع حاصل کرتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر ملک میں سودی نظام معیشت نہ ہوتا اور اسلامی بینکنگ کا طریقہ کار رائج ہوتا تو چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر کام کرنے والے دکاندار اور اوسط درجے کے صنعتکار کو بھی فائدہ ہوتا کیونکہ بنک اس سے سود وصول کرنے کی بجائے شراکتی بنیادوں پر اپنا منافع وصول کرتا۔

سود سے پاک نظام معیشت کے فوائد کی بدولت عام لوگوں اور مذہبی حلقوں نے تو سپریم کورٹ کے فیصلے پر خوشی کا اظہار کیا مگر مغرب زدہ حکمران طبقہ اور بڑے بڑے دولت مند سود کو غیر قانونی قرار دیئے جانے پر پریشان نظر آتے ہیں۔ مفاد پرست عناصر ذاتی خواہشوں کی تکمیل کی خاطر تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ پاکستان میں بلا سود نظام معیشت کامیاب نہیں ہو سکتا لیکن ان کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ بلا سود نظام معیشت کوئی نیا تجربہ نہیں بلکہ یہ تیرہ سو سال تک مسلم ممالک میں کامیابی سے چلایا جاتا رہا ہے اور جہاں بھی بغیر سود کے لین دین اور کاروبار ہوا وہاں کے لوگوں نے اس کے ثمرات سمیٹے اور فائدے حاصل کئے۔ اب ہماری حکومت کو اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے تو اسے خلوص نیت سے بلا سود معاشی نظام نافذ کر کے اس کے فوائد اور ثمرات حاصل کرنے چاہئیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسلام اور پاکستان

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
بمقام دار العرفان 99-10-8

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقل لعبادی یقولوالتی ھی احسن۔ان الشیطان ینزغ بینھم –ان الشیطان کان لانسان عدو مبینا .

دین اسلام نے نسل انسانی کو دنیا میں پر امن اور پر سکون زندگی گزارنے کے اصول فراہم فرمائے ہیں اس لئے کہ خود مالک الملک کا ارشاد ہے

لا تفسدو فی الارض اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں اہل زمین کیلئے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کے ذمہ دار ہم لوگ ہیں .مین پر بسنے والے اور فرمایا ان کاموں سے اجتناب کرو جن سے زمین میں فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ارشاد ہوتا ہے

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس خشکی پر سمندروں میں تباہی آتی ہے فساد پیدا ہوتا ہے بما کسبت ایدی الناس اس کردار کی وجہ سے جو اہل زمین کا ہوتا ہے کسی کو قتل کرنا تو بہت دور کی بات ہے کسی کا مال لوٹنا تو بہت بڑا جرم ہے یہاں ارشاد یہ ہوتا ہے

و قل عبادی یقول التی ھی احسن کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو۔

اچھے طریقے سے خطاب کرو خوبصورت انداز سے بات کرو اور پیار سے بات کرو اس لئے کہ جب بات میں خرابی آتی ہے جب آپ کے انداز تکلم میں خرابی آتی ہے تو وہ ایک نقطہ مل جاتا ہے شیطان کو کہ اس میں وہ باتوں کو بڑھائے۔

ان الشیطان ینزغ بینھم پھر شیطان اس بات سے بات کو بڑھا کر تمہیں فساد تک لے جائے گا جھگڑے ہوں گے اس لئے کہ ان الشیطان کان لانسان عدوا مبینا اس لئے کہ شیطان انسان کا واضح دشمن ہے صرف مسلمان کا نہیں نوع انسانی کا دشمن ہے دوست کافر کا بھی نہیں ہے۔

ہمارے ہاں آج کہنے کو تو ہم پاکستان کو اسلامی ریاست کہتے ہیں لیکن درحقیقت یہ مسلمانوں کی ریاست ہے اسلامی ریاست نہیں ہے اسلام کا اس کے ریاستی امور سے کوئی تعلق نہیں ہے اسلام کو ہم نے ریاستی امور کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا مسلمانوں کی ریاست ہے آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔حکمران مسلمان ہیں رعیت مسلمان ہے مسلمانوں کی ریاست ہے لیکن اسلامی ریاست نہیں ہے اسلئے کہ حکومتی امور میں اسلام کا کوئی عمل دخل نہیں ہے قرآن حکیم نے جو سبب بتایا ہے فساد کا وہ دوسرے کے جذبات کو مجروح کرنا ہے ہمارے ہاں ایک کمی یہ بھی ہے کہ میں اگر آپ سے مخاطب ہوں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو نصیحت ہے یہ ساری آپ لوگوں کے لئے ہے میں اس سے بری ہوں اسی طرح ہماری حکومت یا حکمران جب بات کرتے ہیں تو وہ ساری ذمہ داری عام آدمی پر ڈال دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سارے فساد کی ذمہ دار پبلک ہے رعیت ہے عام آدمی ہے عوام الناس ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے جس درجے کا آدمی ہو گا اس کی کوتاہی اس کی غلطی اس درجے کا فساد بھی پیدا کرے گی شاید ایک ہی بندے کی دل آزاری ہو کسی انسٹی ٹیوشن یا ادارے کا سربراہ خرابی کرے گا تو سارے ادارے میں فساد پیدا ہو گا اور جب ملکوں کے سربراہ اور حکومتیں اخلاقیات اور عدل سے ہٹ جاتی ہیں تو پورے ملک میں فساد پیدا ہوتا ہے فساد کا اور دہشت گردی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ملک پاکستان میں ملک خدا

www.naqshbandiaowaisiah.com

داد میں وطن عزیز میں کسی بندے کو حصول انصاف کی کوئی توقع نہیں رہی جب آپ دو دو سال کے جیل میں بند قیدیوں کو نکلوا کر سڑک پر پولیس سے گولی مروا دیں گے اس سے امن قائم نہیں ہو گا اس کا رد عمل آئے گا اور شاید دو کے بدلے بھی کئی دو کی جانیں چلی جائیں شاید کہیں کوئی بم بلاسٹ ہو جائے شاید کہیں کوئی گولی چل جائے اگر دو آدمی مجرم ہیں تو آپ انہیں دو سال تک انتظار کیوں کراتے ہیں آپ اپنے عدالتی نظام میں وہ تبدیلیاں کیوں نہیں لاتے کہ دنوں میں انصاف مہیا ہو اور عدالت انہیں سزائے موت دے اس کا رد عمل نہیں ہو گا ہر آدمی یہ سمجھے گا کہ اسے عدالت نے قانون نے ریاستی قانون نے اسے سزا دی ہے وہ قانون غلط ہے یا صحیح یہ الگ بحث ہے آپ کا قانون اسلامی ہے یا غیر اسلامی یہ الگ بات ہے لیکن آپ کا غیر اسلامی قانون بھی جسے سزا دے دے گا اسکے ورثاء اس کے متعلقین اس کی جماعت اس کی پارٹی سزا کو قبول کرلے گی تو اس کا رد عمل نہیں آئے گا لیکن اگر وہ بدترین قاتل بھی ہے اور آپ اپنا نظام ایکٹیویٹ (**Acti-vate**) نہیں کر سکتے اپنے نظام کو چلا نہیں سکتے اور پولیس سے اسے گولی مروا دیتے ہیں تو اس کا رد عمل آئے گا پھر جب آپ کی نا انصافیاں انسانی معاشیات میں ہوں گی کہ ایک آدمی سارا دن محنت کرے وہ شام کو نان جویں کو بھی ترسے دوسرا کچھ بھی نہ کرے اور کمیشن اور کک بیک کے نام پہ کروڑوں لے لے تو کیا سکون سے رہ سکیں گے ہمارے حکمران- اللہ انہیں شعور دے سمجھ دے اور توبہ کی توفیق دے اور اصلاح عمل کی توفیق دے اگر تعلیم میں ایک نیا تجربہ کرنے کیلئے اربوں روپے اس قوم کے ضائع کرنا چاہتے ہیں تو یہ ان کی مرضی یہ تجربہ محمد خان جونیجو کی حکومت میں نئی روشنی سکولوں سے ہو چکا ہے کاش اسوقت ہی جو رقم ضائع کی گئی وہ مروجہ تعلیمی نظام کی اصلاح پہ خرچ کی جاتی تعلیمی اداروں کی حالت درست کی جاتی اساتذہ کو مزید سہولتیں دی جاتیں بچوں کو مزید سہولتیں دی جاتیں آپ اربوں روپے ضائع کرنے کی بجائے کم از کم پرائمری تعلیم تو لازمی کر دیں پرائمری تک کی کتابیں بچوں کو مفت فراہم کر دیں پرائمری تک کے بچوں کے لئے کنوینس کا انتظام کر دیں کہ ہر بچہ سکول جائے گا اور لازمی طور پر جائے گا پانچ جماعتیں ہر بچہ پڑھے گا جو رقم آپ اس نئے تجربے پر خرچ کرنا چاہتے ہیں وہ جو آپ کا ایک نظام چل رہا ہے اس کی اصلاح پر خرچ کیوں نہیں کرتے اگر اسے گستاخی تصور نہ کیا جائے تو ذی شعور طبقہ یہ سمجھے گا کہ یہ بھی ایک سیاسی رشوت ہے کچھ لوگوں کو خریدنے کے لئے اور یہ بھی ایک ناانصافی کا شاخسانہ ہے اسی ملک میں اسی زمین پر پیدا ہونے والا ایک بچہ ایچی سن میں پڑھتا ہے برن ہال میں پڑھتا ہے اور اسی ایچی سن کے جو ملازم ہیں ایچی سن کالج کے ٹیچنگ سٹاف کے علاوہ جتنے ملازم ہیں جو بچے ایچی سن کی چاردیواری کے اندر پیدا ہوتے ہیں وہ ان بچوں کے ساتھ مل کر نہیں پڑھ سکتے جو امراء کے ہیں ان کے لئے الگ اسی طرح کا سکول ہے جیسے ہمارے دیہات میں ہیں اسی چاردیواری میں کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کے ہاں فرشتے پیدا ہوتے ہیں دوسرے کے ہاں خاک کے بچے پیدا ہوتے ہیں کوئی عقیدے میں فرق ہے کوئی قد کاٹھ میں فرق ہے کوئی رنگ و نسل میں فرق ہے کیا بات ہے کیوں تفاوت ہے اب ایک بچہ اسی سکول سے فارغ ہو کر اے ایس پی بھرتی ہو گا سیکرٹری لیول تک جائے گا منسٹر بنے گا اور دوسرا اسی سکول میں پڑھ کر مزدوری کرنے کے لئے جائے گا ایک چاردیواری کے اندر اگر اتنا فرق ہے تو ملک کے اندر کتنا فرق ہو گا- ہمارے معزز اراکین اسمبلی صوبائی ہوں یا وفاقی یہ قانون سازاداروں کے ممبر ہیں انہیں ملک کے لئے قوانین مرتب کرنے ہیں کہ ملکی ضروریات کیا ہیں، ملکی وسائل کیا ہیں اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

کس طرح سے خرابی کو روکا جائے کس طرح سے وسائل ہر آدمی تک پہنچائے جائیں جو زیادتی کرے اسے کیا سزا دی جائے اب یہ بجائے قانون مرتب کرنے کے قومی اسمبلی کا ممبر گلی میں کھڑا گلی پختہ کرا رہا ہے صوبائی اسمبلی کا ممبر نلکے لگوا رہا ہے بھئی آب پاشی کی وزارت ہے صحت کی وزارت ہے یہ تو ان کا کام ہے قانون بنانے والے لوگوں کا یہ کام تو نہیں ہے تو عام آدمی کو جب یہ پتہ ہو گا کہ مجھے انصاف نہیں مل رہا میرے حقوق چھینے جا رہے ہیں میرے ساتھ ظلم ہو رہا ہے تو اس کی ایک آس رہ جاتی ہے عدلیہ پر کہ وہ نظام عدل کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اگر نظام عدل میں بھی جان باقی نہ رہے تو سوائے دہشت گردی کے' سوائے تباہی کے' سوائے بربادی کے' کوئی دوسرا راستہ نہیں رہتا۔

جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے علماء کنونشن میں بڑی بذباتی بڑی دردانگیز بڑی پر اثر تقریر فرمائی اور علماء نے بڑی تالیاں بجائیں لیکن کاش کوئی تالی بجانے کی بجائے انہیں یہ یاد کراتا کہ خرابی کی بنیاد آپ کی طرف سے ہے انصاف کی عدم فراہمی کے آپ ذمہ دار ہیں عدالتی اداروں کے ناکام ہونے کی ذمہ داری آپ پر آتی ہے اور آپ مزید ضائع کرنے پر تلے ہوئے ہیں جب آپ ملکی معیشت کو قرضوں پر چلا رہے ہیں تو قرضہ لیکر موٹر وے بنانے کی کیا تک ہے موٹروے بہت اچھی چیز ہے لیکن اگر اپنے وسائل سے بنائی جائے تو قرضہ لیکر بنانا اچھی چیز نہیں ہے غریبوں کے لئے گھر بن رہے ہیں تو گھر کی قیمت ہو گی چھ لاکھ روپے جو قسطوں میں دی جائے گی اور جسکی دوسری قسط لیٹ ہو گی اس کا سارا پہلا اثاثہ بھی اور گھر بھی ضبط ہو جائے گا جو چھ لاکھ حکومت کو دے سکتا ہے اپنے لئے جھونپڑا نہیں بنا سکتا ہے جسکے پاس گھر خریدنے کیلئے حکومت کو دینے کیلئے چھ لاکھ ہیں وہ تو اپنا جھونپڑا بھی بنوا سکتا ہے بے کار زمین پڑھے لکھے لوگوں کو دی جائیں گی لیکن وہ کارآمد زمینیں جو انگریز نے جاگیرداروں کو بطور رشوت دی تھیں وہ کیوں نہیں دی جاتیں جو جاگیریں انگریز نے دی تھیں کیا وہ غداری کا صلہ نہیں تھا کیا وہ برصغیر پر انگریزی استعمار کو قائم کرنے کی اجرت میں نہیں دی گئی تھیں کیا وہ انگریز کی طرف سے سیاسی رشوت نہیں تھی جبا نگریز چلا گیا تو بھارت میں حکومت نے وہ ساری ریاستیں چھین لیں جو ریاستی راجاؤں کے پاس تھیں جتنا انصاف ایک کافر ملک کر سکتا ہے اتنا بھی اگر پاکستان کی حکومت نہیں کر سکتی تو امن عامہ کہاں سے قائم ہو گا ہندوستان میں شروع ہی میں سردار پٹیل نے آرڈر کر دیا تھا کہ تمام ریاستیں ضبط کر لی جائیں اور ساڑھے تین سو کے لگ بھگ ریاستیں تھیں جو ان کی موروثی اور جدی آرہی تھیں ریاستی راجاؤں نے اعتراض کیا کہ ہماری جدی پشتی ریاستیں ہیں انہیں کہا گیا کہ تمہارے باپ دادا نے انگریز کے سامنے ریاستیں سرنڈر کر دی تھیں تمہارے باپ داد نے انگریز سے لڑ کر ریاست کی آزادی بحال نہیں رکھی بلکہ انگریز کے سامنے سرنڈر کر دیں اسے اپنی وفاداری کا یقین دلایا تاج برطانیہ سے وفا کی قسمیں کھائیں اور اس اجرت میں انگریز نے بطور رشوت پھر تمہاری ریاست بحال کر دی اب انگریز چلا گیا اب انگریز کی دی ہوئی رشوت تم سے واپس لی جائے گی تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے اگر ہندوستان میں یہ قانون نہ بنتا اس پر عمل نہ ہوتا تو آج ہندوستان کی اسمبلی میں صرف راجے اور مہاراجے ہوتے ریاست کا کون بندہ تھا جو کسی کے خلاف ووٹ دیتا کون بندہ تھا جو ریاست کے راجہ کے خلاف الیکشن لڑتا دیوی گوڑا جیسے لوگ ایک نہایت ہی محروم سے طبقے سے اٹھ کر وزیر اعظم بن گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ریاستی اداروں سے یا ریاست کے حکمرانوں سے ریاستیں چھن گئی تھیں پاکستان میں ایسا نہ ہوا جاگیر دار قابض ہے حکومت پر حکومت بھی جاگیرداروں کے پاس' اپوزیشن بھی جاگیرداروں کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

پاس اور اس جاگیر پر بسنے جینے والوں کو ووٹ دینے کا حق تو کجا سانس بھی جاگیر دار کی مرضی سے لینا پڑتا ہے تو کیا اس حال میں امن قائم رہے گا یہ درست ہے کہ علماء امن کی بات کریں یہ درست ہے کہ عام آدمی کو امن کا سبق دیا جائے لیکن جب تک اسے انصاف نہیں دیا جائے گا وہ آپ کے سبق پر کان نہیں دھرے گا لہذا دہشت گردی کی ذمہ داری بنیادی طور پر حکومت پر ہے وہ کسی کی ہو مسلم لیگ کی ہو یا پیپلز پارٹی کی ہو یا کل ڈیموکریٹک الائنس برسر اقتدار آجاتا ہے یا کل کوئی اور مولانا یا کوئی مسٹر وزیر اعظم بن جاتے ہیں حکومت کی بنیادی طور پر یہ ذمہ داری ہے کہ انصاف فراہم کرے کیا ہمارے قانون ساز ادارے اتنے بانجھ ہو گئے ہیں کہ جو نظام انگریز نے غلاموں کو قابو رکھنے کیلئے اور ان سے اپنا کام لینے کے لئے بنایا تھا اس کے متبادل کوئی نظام ہی پیش نہیں کر سکے آج بھی ہمارا عدالتی پینل کوڈ وہی ہے جو انگریز نے تعزیرات ہند بنایا تھا اس کی جگہ "ت" کیساتھ "پ" لگا دی ت پ تعزیرات پاکستان ہو گیا اس پینل کوڈ نے کیا کمال کیا ہمارے قانون ساز حضرات نے باون سالوں میں کون سی تبدیلی اس میں کی تو سب سے پہلی ناانصافی تو یہ ہے کہ قانون سازی کے لئے ان لوگوں کو آگے لایا گیا جو قانون کا لفظ تک نہیں لکھ سکتے ہجے نہیں آتے SPELLING نہیں کر سکتے۔

تو حضور جب تک دوسرے کے حقوق کو تحفظ نہیں دیا جائے گا حق چھیننے والے کے خلاف بغاوت ہوتی رہے گی اب حکمرانوں کے پاس ایجنسیز ہیں فوج ہے پولیس ہے طاقت ہے لیکن اس کا رد عمل یہ ہو گا کہ حکمران اپنی حفاظت کیلئے تو حصار کھڑے کرلے گا لیکن اس کے ذمہ تو وطن کے ایک ایک فرد کی حفاظت ہے اس کے لئے کونسا حصار بنے گا لوگ دہشت گردی کی نذر ہو رہے ہیں ان کا خون سب سے پہلے حکمرانوں کی گردن پر ہے حکومت کی گردن پر ہے ان حضرات کے ذمے ہے جو قانون ساز اداروں کے اراکین تو ہیں مفادات تو لیتے ہیں جس کام کے لئے وہاں گئے ہیں وہ کام نہیں کرتے۔

اس کے بعد باری آتی ہے مذہبی جماعتوں کی' اسلام محبتوں کا مذہب ہے اور اس نے اللہ سے لیکر کائنات کے ذرے ذرے سے محبت کا درس دیا ہے اسلام نے بدترین دشمن کو بھی انسانی حقوق دیے ہیں نبی رحمت حضرت محمدؐ نے ان لوگوں کو بھی قبول کر لیا جنہوں نے انتہائی بڑے مظالم کیے تھے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو شہید کیا ان کا پیٹ چاک کیا ان کا جگر نکالا دل نکالا گردے نکالے کان کاٹے ناک کاٹی اعضاء تناسل کاٹے اور سب کا ہار پرو کر ان کے گلے میں ڈال دیا اور نبی کریمؐ نے دیکھا تو آپکو اتنا دکھ ہوا کہ آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ میں اسّی کافروں کا اس طرح سے مثلہ کروں گا تو فوراً من جانب اللہ تنبیہ ہوئی کہ ایک کے بدلے ایک آپ ﷺ قسم کا کفارہ دیجئے اسّی کا نہیں آپؐ بھی ایک کا کر سکتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا میں ایک بھی نہیں کروں گا لیکن وہی وحشیؓ فتح ملکہ کے بعد غلبہ اسلام کے بعد جب توبہ کرنے کے لئے حاضر ہوتا ہے تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ پتہ چلا ہے کہ وحشی رضی اللہ تعالی عنہ مدینہ منورہ کو آرہا ہے اس سے پہلے کہ آپ کی خدمت میں پہنچے اگر اجازت ہو تو اسے قتل کر دیا جائے تو فرمایا اگر وہ میرے پاس آرہا ہے تو پناہ کی تلاش میں آرہا ہے قتل ہونے نہیں اسے آنے دیا جائے انہوں نے توبہ کی اور اتنا دکھ تھا نبی کریمؐ کو فرمایا کہ جب بھی میری مجلس میں آؤ میرے پیچھے بیٹھا کرو میری نظر بچا کر بیٹھا کرو تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا کا وہ نظارہ یاد آجاتا ہے اور دکھ ہوتا ہے لیکن رد نہیں فرمایا۔

مسیلمہ کذاب کیساتھ عہد صدیقیؓ میں جہاد ہوا تو حضرت وحشیؓ وہ بندہ تھا جس نے جان لڑا کر مسیلمہ تک پہنچ کر

www.naqshbandiaowaisiah.com

مسیلمہ کذاب کو قتل کیا اور خود بھی شہید ہو گیا کہاں سے لیکر آدمی کو کہاں پہنچا دیا محبتوں کے پیغمبر ﷺ نے اگر ایسا شخص بھی محبت کا حق رکھتا ہے تو دنیا میں ایسا کون ہے جسے محبت سے محروم کیا جائے جسکے خلاف ہم نفرت پیدا کریں دینی جماعتیں بنالوگوں کو دین کے نام پر جمع کرنا اور پھران سے قتل و غارت گری کرانا اس سے تو بہتر تھا کہ ہم دین کا نام استعمال نہ کرتے ہم مفرور ہوجاتے قانون سے بغاوت کرلیتے اپنے جتھے بنالیتے لڑتے بھڑتے کوئی توبہ کی گنجائش تو باقی رہتی یہ تو رہتا کہ الزام دین پر تو نہ آتا اسے دینداری تو تصور نہ کیا جاتا اس سے تو پھر وہ ہندو عورت بہتر ہے جس کا نام پھولن دیوی تھا جس نے پوری ہندوستانی حکومت کو جھکادیا پھر توبغاوت کرنے کا وہ انداز صحیح تھا دینی اداروں میں مساجد میں مدارس میں بیٹھ کر قتل و غارت گری کی تعلیم دینا اگر کوئی ایسا کر رہا ہے تو یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ شاید موت کے وقت اسے توبہ کی توفیق بھی نہ ملے دینی اداروں کو تو اتنی احتیاط کرنی چاہیے کہ ان پر دہشت گردی کا الزام لگانا بھی ناممکن ہو جائے چہ جائیکہ وہ خود ملوث ہو جائیں اور ہر اس بندے کو جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا کلمہ پڑھتا ہے اسے اللہ یہ پیغام دیتا ہے۔

و قل لعبادی ذرا اندازہ کیجئے اندازِ تکلم پہ قرآن کے انداز تین قسم کے ہیں کبھی ایھاالکفرون کر کے پکارتا ہے اور جہاں کبھی یہ لفظ آتا ہے اس کے آگے غیظ و غضب کی بجلیاں کڑکتی ہیں جہنم کی مواعید ہوتی ہے عذاب الٰہی کا تذکرہ ہوتا ہے کسی دوسری جگہ ایھاالناس کر کے آتا ہے جس میں مومن کافر کی تفریق نہیں ہوتی محض اولاد آدم علیہ السلام سے خطاب ہوتا ہے اس میں اصلاح کی بہتری اچھی طرح سے رہنے اللہ پر ایمان لانے کی اور اس کے فوائد کی باتیں ہوتی ہیں کہیں پھر وہ اپنے بندوں کو بطور خاص اپنے خطاب سے نوازتا ہے اور کتنی عجیب بات ہے کہ مشت غبار ہو عاجز انسان ہو گناہ کا پتلا ہو خطاؤں اور عصیاں سے بھرپور ہو اور بارگاہ الوہیت سے اس کے لئے پکار آئے ندا آئے بلایا جائے یا عبادی اے میرے بندے!

کاش ہم اس بات کی لذت سے آشنا ہوں کاش ہمیں اس کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا کہ جب وہ رب غفور وہ رب بے نیاز وہ خالق کائنات جو کسی کا محتاج نہیں ہے ایک ذرہ بے مقدار کو ایک محتاج کو ایک فقیر کو ایک خطار کار کو آواز دیتا ہے اور کہتا ہے عبادی! میرے بندے! قل لعبادی اے میرے حبیبؐ! میرے بندوں سے کہہ دو کہ کوئی مانے نہ مانے تم تو میرے ہو تمہیں تو میری ہی ماننا ہے یقولو التی ھی احسن ہمیشہ بات کرنے کا وہ انداز اپناؤ جو بہترین ہو وہ بات زبان سے نکالو جو بہتر ہو احسن ہو حسین بھی نہیں احسن ہو بہت خوبصورت ہو بہت میٹھی ہو جسمیں محبت ہو دوسرے کے لئے چونکہ اگر تم نے بھی یہ چھوڑ دیا تو باقی مخلوق تو پہلے میری نہیں سنتی ہے اور تم نے بھی میری بات نہ مانی تو پھر حکومت شیطان کی ہو گی دنیا میں شیطان تو انسانیت کا دشمن ہے وہ تو تباہی بربادی قتل و غارت کی طرف لے جائے گا۔

دینی ادارے موت دینے کیلئے نہیں ہیں یہ حیات بخشنے کے ادارے ہیں مساجد اور دینی مدارس حیات آفرین ہیں موت دینا ان کا کام نہیں ہے آنے والوں کو گناہ پہ لگانا ان کا کام نہیں ہے بلکہ گنہگاروں کو واپس بلانا ان کا کام ہے اور یہ درست ہے علماء حضرات بالخصوص دینی اداروں کو قطعاً بھی قتل و غارت گری کی طرف نہیں جانا اس کی کوئی گنجائش نہیں اگر حکومت غلط کرتی ہے حکمران کرتے ہیں کسی جماعت سے اختلاف ہے کسی فرد سے اختلاف ہے تو ملک میں جو بھی ٹوٹا پھوٹا ایک آئین و دستور ہے آپ قانونی راستے اختیار کریں اور یہ ممکن نہیں رہتا حکمرانوں کیلئے بھی کہ جب لوگ آئین کی طرف چلے جائیں اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

وہ غیر آئینی اقدامات کریں وہ نہیں کر سکتے حکمرانوں کو بھی چھوٹ اسلئے ملی ہوئی ہے کہ ہم میں سے بھی ہر ایک قانون کو نہیں اپنانا چاہتا بلکہ کسی بھی طرح سے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے آئینی اور دستوری راہیں ہمیں بھی لمبی اور پیچیدہ لگتی ہیں۔

میری گذارش دونوں طبقوں سے ہے حکمرانوں سے بھی' اہل وطن سے بھی' خدا کیلئے جس دین نے لشکر کشی کے وقت اپنی افواج کو حکم دیا کہ جو تلوار نہ اٹھائے اس کے ساتھ مت لڑنا عورتوں کو پریشان نہ کیا جائے بچوں کو پریشان نہ کیا جائے عبادت گاہوں کو پریشان اور عبادت کرنے والوں کو پریشان نہ کیا جائے صرف ان لوگوں سے سروکار رکھو جو تمہارے خلاف صف آرا ہوتے ہیں وہ بھی جب تک لڑتے ہیں اگر وہ لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیں تو زبردستی لڑا نہ جائے گا یعنی بندے مارنا مقصد نہیں ہے ظلم کو روکنا مقصد ہے

اور ایک آخری بات میں عرض کرنا چاہوں گا کہ بڑی حد تک حکمرانوں کا اور حکومت کا غلط رویہ' دہشت گردی کا ذمہ دار ہے اور ایک حد تک وہ ایجنسیاں ذمہ دار ہیں جو لوگوں کو آپس میں لڑا کر ہی رکھنا چاہتی ہے اس لئے کہ ہمارے ملک میں اقتدار و اختیار زیادہ سے زیادہ دو فیصد کے پاس ہے اور اٹھانوے فیصد لوگ ان کیلئے چارے کا کام کر رہے ہیں اب دو فیصد اٹھانوے فیصد کے مقابلے میں کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے اس دو فیصد کی مجبوری ہے کہ اس طبقے کی اس اٹھانوے فیصد کو ورٹیکل تقسیم کرے اس طرح کاٹے اسے اسکے اتنے ٹکڑے بنائے کہ ان میں سے کوئی بھی دو فیصد ثابت نہ ہو سکے اسے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دے پھر ان سب پر وہ دو فیصد جو ہے حاوی رہے گا اور وہی یہاں ہو رہا ہے گزشتہ صدی سے تقسیم در تقسیم کا ایک عمل ہے اللہ ایک ہے' نبی ایک ہے' ایک کتاب ایک دین ایک عقائد ایک ہیں دنیا کے حلال حرام ایک ہے نماز ایک ہے جنازہ ایک ہے مرنے کے بعد حساب کتاب کا. عقیدہ ایک ہے قیامت قائم ہونے کا عقیدہ ایک ہے جنت و دوزخ کا عقیدہ ایک ہے تو لڑائی کس بات پر ہے یا بالفرض کوئی شخص وہ عقیدہ نہیں رکھتا جو میں رکھتا ہوں تو اسے عقیدہ رکھنے کا حق تو اللہ نے دیا ہے اس سے اگر میں یہ چاہوں کہ میں تو اپنی مرضی سے عقیدہ رکھ سکتا ہوں لیکن دوسرے سب کو میری مرضی سے رکھنا ہو گا یہ کہاں کا اصول ہے اگر کوئی غلط ہے تو آپ بھلائی کی یا جو صحیح ہے اسے بہتر طریقے سے اس کے سامنے پیش کریں نہیں قبول کرتا نہ کرے اللہ کے حضور اسے جواب دینا ہے اسے قتل کرنے کا تو کوئی جواز نہیں اس لئے کہ زبردستی اسلام منوانے کا تو اللہ نے حکم ہی نہیں دیا؛ زبردستی منوانا ہوتا تو اس قادر مطلق کو کون روکتا وہ خود منوالیتا۔

لہذا دہشت گردی' قتل و غارت بدامنی کا تین چوتھائی کا ذمہ حکمرانوں کے ذمے ہے اور ایک چوتھائی کا ذمہ میرے جیسے ان بزرگوں کے ذمے ہے جو اپنے آپ کو بڑا مقدس پارسا اور صاحب علم و دانش سمجھتے ہیں لیکن اس برائی کو ابھار رہے ہیں ہماری تقاریر سے ہمارے بیانات سے اگر آگ لگتی ہے تو عرصہ محشر میں جواب دینا آسان نہیں ہوگا اللہ ہم سب کو توفیق عمل عطا فرمائے اور وطن عزیز کو عدل و انصاف اور امن نصیب فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدلله رب العلمين

خوشخبری

حضرت جی مدظلہ العالی کی فرمودات پر مبنی کتاب

"طریق نسبت اویسیہ"

شائع ہو چکی ہے

قیمت 200 روپے

اویسیہ کتب خانہ' کالج روڈ

ٹاؤن شپ۔لاہور

www.naqshbandiaowaisiah.com

غیر سودی نظام' چند قابل عمل تجاویز

کے ایم اعظم معروف ماہر اقتصادیات ہیں' ملک میں غیر سودی نظام معیشت رائج کرنے کے حوالے سے انہوں نے مدلل مضمون لکھا۔ جو پہلے روزنامہ "خبریں" میں شائع ہوا اور اب اسے "المرشد" کے قارئین کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔

کے ایم اعظم

حرمت سود پر عدالت عظمیٰ کے 23 دسمبر1999ء کے اچانک مگر برحق فیصلہ نے ملک میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے۔ غیر سودی نظام معیشت کے متعلق لوگوں کے مختلف انواع کے شکوک اور سوالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مقالہ ضبط تحریر میں لایا جارہا ہے۔

جو بات ہمیں سب سے پہلے ذہن نشین کر لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ کسی بھی قسم کا سود ہر حالت میں ممنوع ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ قرار پانے کے باوجود ربا(سود) لینا یا دینا گناہ ہے' جرم نہیں۔ اس لئے شریعت میں اس کیلئے کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی۔ شاید اسی کے پیش نظر ہندوستان کے آٹھ سو سالہ مسلم دور حکومت میں نہ ہی سود ممانعت کی گئی اور نہ ہی اس کی شرح پر کوئی قدغن لگائی گئی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حرمت سود کے رائج کرنے میں مسلم عوام پر اس قدر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اسے فقط بذریعہ تعزیر رائج نہیں کیا جا سکتا۔ اگر عوام الناس اللہ کے اس حکم کو دل سے قبول نہ کریں گے تو وہ حکومتی ممانعت سے بچنے کا کوئی نہ کوئی مکریا حیلہ نکال لیں گے' جیسے کہ اسلامی تاریخ میں ہوتا آیا ہے۔ اس کے برعکس حضور ﷺ کے دور نبوت کی ایک خوبصورتی یہ بھی تھی کہ جیسے جیسے احکام الٰہی نازل ہوتے گئے صحابہ کرام انہیں خوشدلی اور پابندی سے قبول کرتے گئے۔

ہمارے کئی ایک علماء کا یہ خیال ہے کہ دنیا میں سود کے متبادل نظام کیلئے اب اتنا کام ہو چکا ہے کہ غیر سودی نظام رائج کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ یہ سادہ لوح علماء شائد یہ نہیں جانتے کہ دنیا بھر میں سود کے متبادل پر جتنا بھی کام ہو رہا ہے وہ سود ہی کو کسی اور شکل میں قائم رکھنے پر ہو رہا ہے۔ مسئلہ سود کو جڑ سے کاٹ دینے کا ہے نہ کہ اس کا متبادل ڈھونڈنے کا۔ یہ خیال کہ دنیا میں اس وقت 1500 سے زائد بینک غیر سودی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں' بھی کم علمی اور خوش فہمی پر مبنی ہے۔ ان میں سے بیشتر بینک مغربی ممالک میں ہیں' جن کی Windows گلف کے پرہیزگار امراء کے لئے نمائشی کاروائی (Window Dressing) کے ذریعے سکون قلب کا سامان مہیا کرتی ہے۔ مسئلہ دراصل صرف انویسٹمنٹ کھاتے کے ذریعے پیسہ انڈسٹری میں لگا کر حقیقی منافع کمانے کا نہیں ہے۔ حرمت ربا آپ سے یہ مطالبہ بھی کرتی ہے کہ آپ کا سرمایہ صرف ایسے بینکوں میں جمع کروایا جائے' جو نہ خود کسی قسم کا سودی کاروبار کرتے ہوں بلکہ آگے جن اداروں سے کاروبار کرتے ہیں وہ بھی سود نہ لیتے یا دیتے ہوں۔ آپ کے بینک آپ کا پیسہ صرف ان کارخانوں میں مشارکہ یا مضاربہ کے اصولوں پہ انویسٹ کریں' جو اپنا خام مال بغیر سود کے حاصل کرتے ہوں اور اپنا تیار کردہ مال بھی بغیر سود کے فروخت کرتے ہوں۔ اقتصادیات کی زبان میں آپ کا ادارہ نہ ہی Upstream کوئی سود لے اور نہ ہی Down Stream۔ ظاہر ہے یہ شرط صرف ایسے معاشرہ میں ہی پوری ہو سکتی ہے' جس میں سود جڑ سے کاٹ دیا گیا ہو۔ چنانچہ مسئلہ فقط بذات خود سود نہ لینے کا بھی نہیں بلکہ سود کو پورے معاشرے سے نیست و نابود کرنے کا ہے۔ آپ بینک سے سود نہ لینے سے ربا سے بچ نہیں سکتے کیونکہ جو گندم یا چاول آپ کھاتے ہیں' جو لباس آپ پہنتے ہیں اور جس سواری کا آپ استعمال کرتے ہیں' ان سب کا پیداواری

www.naqshbandiaowaisiah.com

انحصار سود پر ہی تو ہے۔ رسالت مآب ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے' جو دنیا کے موجودہ حالات پر صادق آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "میری امت پر ایک وقت ایسا آئے گا جب ایسا کوئی شخص باقی نہیں بچے گا' جو ربا کے غبار سے متاثر نہیں ہو گا۔"

ہمیں یہ جان لینا چاہیئے کہ قرآنی نصوص اپنی ازلی و ابدی حیثیت میں سادہ و شفاف ہوتے ہیں۔ اس لئے ان پر کسی لمبے چوڑے اجتہاد کی ضرورت نہیں ہوتی' مثلاً ربا کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی نص تو دو ٹوک ہے اجتہاد صرف اس بات پر ہو سکتا ہے کہ اس کو اکھاڑ پھینکنے کا طریق کار کیا ہو گا۔ چنانچہ سود کو جڑ سے کاٹ دینے کا عمل تو بہت سادہ ہے۔ دقیق علمی و فنی مسائل تو سودی متبادل ڈھونڈنے میں ہی پیش آتے ہیں۔

ہمارے بیشتر مذہبی رہنماؤں کا رویہ بھی صحیح لائنوں پر استوار نہیں ہے۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ فقط سود ختم کرنے سے اور زکوۃ اور عشر کے نظام کا نفاذ کرنے سے ہی اسلامی نظام رائج ہو جائے گا۔ قرآن کریم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دولت کو معاشرہ کے دولت مند طبقہ ہی میں نہیں رہنا چاہیئے بلکہ اسے عمرانی اور معاشی عدل کے تقاضوں کے پیش نظر سوسائٹی کے تمام طبقوں میں گردش کرنا چاہیئے(59:7)۔ زکوۃ کی شرح اور سود کی ممانعت کو ہمیں اس آیات کے رہنما اصول کے تحت پرکھنا ہو گا۔ سود کا خاتمہ درحقیقت ان طریقوں میں سے ایک ہے' جن کا مقصد دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکنا ہے۔ مکمل طور پر اسلامی نظام معیشت رائج کئے بغیر پاکستان کے موجودہ حالات میں فقط سود کا خاتمہ امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنا دے گا' جو کلیتاً اسلام کے مطمع نظر کے برعکس ہے۔ پاکستان کے موجودہ سیاسی اور معاشرتی نظام میں جہاں سیاسی قوت چند ہاتھوں میں مرکوز ہے اور افراط زر کی شرح' سود کی شرح سے زیادہ ہے۔' سارے کا سارا سرمایہ ملک کے امراء اور روساء اڑا لے جائیں گے جبکہ غریبوں' مسکینوں اور بیواؤں کی بچت کی حقیقی مالیت چند سالوں میں نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔ چنانچہ ایک غیر اسلامی نظام میں سود کی حرمت ظلم کا باعث بنے گی۔ بے شک ایسا اسلامی نظام رائج کر کے ہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے بجائے اس کے غضب کو دعوت دے کر اس دنیا اور اس جہان میں ذلیل و خوار ہوں گے۔ ملکی حالات ایسے ہی نظر آ رہے ہیں کہ ہمارے علماء ایک بار پھر حیلہ گر سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر اسلام کے نام پر غریب عوام پر مزید ظلم و ستم ڈھائیں گے' جیسا کہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامی نظام عدل و احسان کے تقاضے پورے کئے بغیر فقط حدود کو لاگو کرنے سے ہوا تھا۔

آج کل یہ رسم چل نکلی ہے کہ قرآنی لغت کے ترجمے میں شکوک پیدا کر کے پاکستان میں نفاذ اسلام کے مسئلے کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ کچھ ایسی ہی تاویلیں لفظ ربا پر کی جا رہی ہیں' حالانکہ قبل اسلام کے دور میں مکہ میں تجارت کا دارومدار ربا پر تھا اور بعض لوگ ساہوکاری کرتے تھے۔ ویسے بھی قرآن کریم کبھی ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتا' جن کے مطلب سے لوگ ناآشنا ہوں۔

اسلامی غیر سودی نظام معیشت رائج کرتے ہوئے' ہمیں دور حاضر کی مہلک بیماری' افراط زر کا بھی مثبت علاج کرنا ہو گا۔ حکومت کو مستند اور مربوط مال وزر کی پالیسیوں اور طریقوں کے ذریعے افراط زر کی شرح کو کنٹرول کر کے باقی ماندہ افراط زر کی شرح کو ہموار کرنے کیلئے اعشاریہ بندی (Indexation) کا جامع نظام قائم کرنا ہو گا تاکہ وصولیات اور ادائیگیوں' حقوق اور واجبات میں توازن اور مساوات پیدا ہو سکے۔ ویسے بھی افراط زر اخلاقی گراوٹ اور کئی ایک معاشرتی برائیوں اور بدعنوانیوں کی باعث بنتی ہے۔ رشوت کی ایک بڑی وجہ افراط زر ہی ہے۔ اسی لئے ہمارے دینی اکابرین نے سکوں کی قیمت میں استحکام پر بہت زور دیا ہے اور کاغذی کرنسی کو پسند نہیں فرمایا۔ حقیقتاً ملازمین کی مقررہ تنخواہوں کو روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی یا افراط زر کی شرح کے ساتھ اعشاریہ بندی سے مربوط نہ کرنا معاہدہ کی خلاف ورزی کی بنا پر ظلم و حق تلفی قرار پائے گا۔ دنیا کے بیشمار ممالک اور اقوام متحدہ کی تنظیم میں یہ نظام رائج ہے۔

اگر حکومت' پاکستان میں اسلامی نظام معیشت کو صحیح لائنوں میں استوار کرنا

www.naqshbandiaowaisiah.com

چاہتی ہے تو اسے سب سے پہلے اسٹیٹ بینک اور دیگر بینکوں کے سربراہی اور چیدہ چیدہ عہدوں پر ایسے افراد کو تعینات کرنا ہو گا' جو اعلیٰ اور شفاف کردار کے مالک' قوی اور اسلام دوست ہوں۔ غیر سودی نظام معیشت رائج کرنے سے پہلے حکومت کو چاہئے کہ وہ غربا اور مساکین کیلئے ایک اسلامی پروگرام کا اعلان کرے' جس کے تحت ان کے روزگار اور بنیادی ضروریات کو تحفظ مہیا ہو' ان کی جمع شدہ پونجیوں کی قوت خرید محفوظ رہے اور ان کو قرض حسنہ کی رعایت عمومی طور پر حاصل ہو۔

اسلامی غیر سودی معیشت کا ایک اہم ستون نظام مشارکہ و مضاربہ ہے' جس کے تحت بیت المال یا بینک شراکت کے اصول پر سرمایہ مہیا کرتے ہیں۔ اس طرح کسی بھی پراجیکٹ میں سرمایہ فراہم کرنے والا مالی ادارہ سرمایہ کی مقدار کے مطابق حصہ دار ہو گا اور مالی ادارہ اپنی جائز بچت اور اخراجات کی مخصوص شرح کے علاوہ اپنا سارے کا سارا منافع اپنے کھاتہ داروں(Depositors) میں تقسیم کر دے گا۔ موجودہ سودی نظام میں صنعتی پراجیکٹ کی مالیت کا بیشتر حصہ بینک فراہم کرتے ہیں جبکہ پراجیکٹ کے کفیل اپنی جیب سے تھوڑی سی رقم مہیا کرتے ہیں اس طرح عموماً سرمایہ دار تقریباً دو کروڑ خرچ کر کے 100 کروڑ کے پراجیکٹ کے مالک بن جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی معیشت میں سرمایہ دار دو کروڑ ہی کے مالک بن سکیں گے۔ جبکہ باقی 98 کروڑ کے مالک بینک اور عوام ہوں گے۔ نظام شراکت و مضاربت کے تحت بینک صنعتی پراجیکٹس کے حصہ دار بن کر ان کی کامیابی کے ضامن بن جائیں گے جبکہ سودی نظام میں ان کا مطمع نظر صرف سود کمانا ہوتا ہے اور پراجیکٹ کے فیل ہو جانے کی صورت میں وہ اسے فروخت کروا کے اپنا سرمایہ نکال لیتے ہیں۔

اسلامی نظام مشارکہ و مضاربہ رائج کرنے سے ایک طرف تو بینکوں کی مختلف انواع کی ملازمتوں میں بے پناہ اضافہ ہو گا اور دوسری طرف بینکوں کے ذرائع میں گرانقدر اضافہ ہو جائے گا' جس کے طفیل وہ غرباء مساکین کو روزگار کیلئے بلا سود قرضے صرف اخلاقی ضمانت پر دینے کے قابل ہو جائیں گے۔ جب بینک عوام کی بچتوں کے امین بن کر سرمایہ کاری کریں گے تو عموماً اندازاً تیس فیصد سالانہ منافع اپنے کھاتے داروں کو لوٹا دیں گے' جس سے اسلامی مطمع نظر کے مطابق دولت سارے معاشرے میں گردش کرنے لگے گی۔

آخر میں' میں متنبہ کرنا چاہوں گا کہ قرضوں میں دبا ہوا ایک مفلوک الحال ملک اسلامی معیشت کو رائج نہ کر پائے گا۔ اس لئے اس خداداد اسلامی مملکت کی بقا اسی میں ہے کہ وہ فی الفور پاکستانی شہریوں کے تمام بیرونی و اندرونی اموال فاضلہ جن کی مالیت تقریباً سات ہزار ارب روپے ہے' اسلامی شریعت کے عین مطابق' بحق سرکار ضبط کر کے قومی خزانہ بھر لے۔

صحیح معنوں میں اسلامی نظام معیشت تبھی رائج ہو سکے گا' جب ملک میں ایک توحیدی معاشرہ قائم کر دیا جائے' جس میں ہر شہری وہ مقام حاصل کر لے' جس کا وہ خواہاں ہو' اسلام کا مقصد ایک ایسے نظام کی تشکیل ہے' جس کے تحت انسان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خوف نہ رہے اور اللہ کے سوا اسے کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی حاجت نہ رہے اور وہ جب حصول رزق کیلئے اپنے گھروں سے نکلے تو اس کی اپنی اہلیت کے سوا کوئی اور رکاوٹ اس کے راستے میں حائل نہ ہو۔ اگر اس میں کوئی کمی من جانب اللہ ہو تو ریاست کا نظام احسان وہ کمی پوری کر دے۔ معاشرتی و معاشی نظام ایسا ہو کہ اسے تعلق باللہ کی نشوونما کیلئے بھی فراغت مل جائے' جس کی برکت سے اس میں فقط اپنے حقوق کی بجائے' اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا شعور اجاگر ہو جائے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی نوید الرحمٰن (لاہور) کے دادا جان وفات پاگئے ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

احمد شعیب (ڈیرہ اسماعیل خان) کے بھائی مولانا عبدالسلام وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

تعاون و عدم تعاون

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
بمقام لنگر مخدوم 26-11-99

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و تعاونو اعلی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان○ اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے تعاونوا علی البر والتقوی ہر اس کام میں جس کی بنیاد نیکی ہو اور تقوی ہو اس میں ساتھ دو تعاون کرو۔ ولا تعاو نوا علی الاثم والعدوان کوئی بھی ایسا کام جس میں اللہ کی نافرمانی ہو اثم گناہ کو کہتے ہیں گناہ سے مراد ہوتا ہے اللہ کے حکم کے خلاف کرنا اللہ کی نافرمانی کرنا والعدوان یا بغاوت ہو کناہ نافرمانی ہے اور بغاوت اقتدار الٰہی کو چیلنج ہے۔ کناہ ہے کسی حکم پر عمل نہ کر سکنا یا لاپچ میں آ کر اس کے خلاف کرنا اور عدوان یا بغاوت ہے کہ اپنے علاوہ کسی کو سمجھنا ہی نہیں اپنی ہی پسند کو اپنے ہی فیصلوں کو اپنے ہی احکام کو حرف آخر سمجھنا یہ وہ چیلنج ہے عظمت باری کے لئے اسے بغاوت کہا گیا ہے ہر اس کام سے بچو اس میں تعاون نہ کرو اس میں کسی کا ساتھ نہ دو جس میں اللہ کی نافرمانی یا اللہ سے بغاوت پائی جاتی ہو۔ یہ اصول تو بڑا آسان بڑا عام فہم بڑا سادہ ہے لیکن اس تک پہنچنے کے لئے سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ ہم اپنا تجزیہ کریں اپنے دل کو آزمائیں کیا ہمارے اپنے دل میں بڑا اور تقوی ہے؟ کیا ہمارے اپنے کردار میں اطاعت الٰہی نظر آتی ہے کیا ہماری اپنی سوچوں اور فکر میں عظمت باری پیش نظر ہے یا خواہشات نفس ہیں۔ جب تک اپنے وجود میں وہ چیز پیدا نہیں ہو جاتی تب تک یہ توقع رکھنا کہ ہم میدان عمل میں نیکی کا ساتھ دیں گے یہ فضول ہے یہ بظاہر سادہ سا اور عام فہم سا اصول اس لئے مشکل ہے کہ اس کے لئے پہلے اس تن خاکی میں جاں پیدا کرنا پڑتی ہے اس کی اپنی ایک رائے پیدا کرنی پڑتی ہے اس کی اپنی ایک شناخت پیدا کرنا پڑتی ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فرائض نبوت میں دعوت الی اللہ کے بعد پہلا فریضہ یہ ہے ویزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمہ تعلیم کتاب و حکمت ثانوی درجہ رکھتی ہے اور تزکیہ اس پر مقدم ہے تزکیہ کیا ہے تزکیہ عظمت الٰہی سے آشنائی کتاب و حکمت کی اہمیت و ضرورت سے واقفیت اگر اللہ کی ذات سے آشنائی نہیں ہے تو اللہ کے ارشادات کی اہمیت کیسے پیدا ہو گی دل میں۔ ایک پیشہ ایک پروفیشن ایک تحقیق تو ہو سکتی ہے کہ اور کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی ریسرچ میں لا کر دیکھیں باقی کتابیں کیا کہتی ہیں یہ کتاب کیا کہتی ہے کونسے مسئلے کے بارے میں اس کی کیا رائے ہے۔ سائنسی ایجادات کے بارے میں یہ کیا کہتی ہے دنیوی معاملات کے بارے میں یہ کہاں تک جاتی ہے تاریخی حوالوں کے بارے میں قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں یہ کہاں تک بیان کرتی ہے تو اس نظر سے تو غیر مسلم محققین جنہیں مستشرقین کہا جاتا ہے وہ بھی قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کیا اس سے انہیں نیکی یا تقوی نصیب ہو جاتا ہے ہرگز نہیں۔ نیکی اور تقوی کی بنیاد کتاب کو پڑھ کر حاصل نہیں ہوتی اگرچہ کتاب کو پڑھ کر اس میں ترقی ہوتی ہے لیکن وہ ایمان و یقین جو اللہ کی ذات پر ہونا چاہیئے صرف اللہ کا ایک بندہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتا سکتا ہے۔ اب یہاں بات آ جاتی ہے اعتبار و اعتماد کی۔ بعثت آقا نامدار صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے قیامت تک آنے والی دنیا کے لئے ایک ہی گواہ ہے کوئی دوسرا گواہ نہیں کوئی دوسرا بندہ دنیا میں نہیں ہے جو یہ گواہی دے کہ وحی الٰہی نازل ہو رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور میں نے بھی سنی۔ یہ تو بے شمار گواہیاں دیں گے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھ پر وحی نازل ہوئی لیکن وحی کے نازل

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہونے کے وقت جو صدا آ رہی تھی یا کیفیت تھی یا جس طرح قرآن نازل ہو رہا تھا وہ فرشتہ لا رہا تھا یا من جانب اللہ نزول قلب اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پہ ہو رہا تھا اس صورت حال کا کوئی گواہ نہیں ہے بلکہ اللہ کریم نے فرمایا۔

وکفی باللہ شھیدا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اکیلا گواہ کافی ہوں کسی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی اب ایک ایسی ہستی جس کی بات ماننے کی ساری انسانیت کو تاکید کی جا رہی ہے اسی ایک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اعتبار کر لو۔ یہ اعتبار جو ہے نبی کریم ﷺ پر یہ ہے بنیاد اللہ سے آشنائی کی۔ جہاں یہ اعتماد علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم متزلزل ہوا۔ اعتماد علی اللہ کے لئے کوئی دوسری بنیاد ہی بندے کے پاس نہیں ہے۔ عقلی دلائل واقعاتی دلائل یہ بعد میں آتے ہیں اگر وہ نور ایمان قلب پیامر ﷺ سے نصیب ہو جائے تو یہ اس کے معاون ہیں تاریخی دلائل، واقعاتی دلائل، روزمرہ کی مخلوق کی تبدیلیوں کے دلائل، شب و روز اور بہارو خزاں کی آمد کے دلائل یہ سارے موجود تھے یہ دلائل خارجی سارے زمین پر موجود تھے جب عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ناپید ہوئیں تو بعثت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک بڑا محقق سائنس دان مورخ ادیب دانشور ٹکریں مار مار کر تھک گئے ذات باری کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا تھا اگر یہ خارجی دلائل اس قابل ہوتے کہ ذات و صفات باری کو پا لیتے تو نبی علیہ اسلام کو مبعوث کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی صرف ایک ہی دلیل ہے ذات باری کی اور وہ ہے ارشاد محمد رسول اللہ ﷺ وہ کیفیت ایمان کیا ہے اعتماد علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اعتبار سے اعتماد سے مومن کے دل کا ایک رشتہ پیدا ہوتا ہے قلب پیامر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور وہ جو برکات، قلب اطہر پیامر صلی اللہ علیہ وسلم سے قلب مومن پہ آتی ہیں وہ ایک یقین کی فضا پیدا کرتی ہیں وہ ایک اعتبار کی فضا پیدا کرتی ہیں۔ اس کا نام ایمان ہے۔

اس ایمان میں اتنی قوت آ جائے کہ وہ ہمارے کردار کا احاطہ کر لے یہ "بر" ہے نیکی ہے جسے کسی کو پتہ ہے کہ آگ جلاتی ہے یقین کا یہ عالم ہے کہ ہم اس میں انگلی نہیں ڈالتے پتہ ہے جلاتی ہے اسی طرح کا اعتبار اگر آ جائے کہ نافرمانی پیامر ﷺ جلاتی ہے آگ ہے تباہ کر دیتی ہے اور وہ جو یقین دل میں ہے وہ ہمارے کردار کو بدل دے گناہ سے ڈر لگے اور نیکی کی طرف جانے کو جی چاہے کیوں نیکی کریں قرب پیامر صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتا ہے کیوں نیکی کریں قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے ایک رشتہ ایک تعلق بنتا ہے اللہ کے ساتھ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو یہ وہ "بر" ہے وہ نیکی ہے جو بندے کے اپنے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی ذات تھی محمد رسول اللہ ﷺ وہ کمالات دنیوی تھے وہ کمالات دینی تھے قرآن تھا اس کے امین حضور ﷺ تھے حدیث تھی وہ حضور ﷺ کا ارشاد تھا فقہ تھی وہ وہی احکام تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے بھی دکھائے ارشاد کر کے بھی بتائے۔ سیاست تھی اس کے اعلیٰ اور اس کے سردار محمد ﷺ تھے سفارت تھی اس کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ عدالت تھی اس کے سردار محمد ﷺ تھے الف سے یے تک وہ ظاہری حکومت کے امور تھے یا باطنی تعلقات کی بات تھی وہ دین تھا یا دنیا تھی وہ سیاست تھی یا کاروبار تھا وہ تجارت تھی یا عدالت تھی ہر شعبہ زندگی کی ابتدا تھی محمد رسول اللہ ﷺ جب آپ ﷺ نے چشم عالم سے پردہ فرمایا بعد میں کوئی ایسی ذات ممکن نہیں ہے جو اس طرح جامع الصفات ہو لہٰذا اکابرین صحابہ میں بھی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کمالات تقسیم ہو گئے کسی کی شہرت بحیثیت مفسر قرآن تھی کسی کی حیثیت محدث کی تھی کوئی فقہ میں مشہور تھے اور انہیں قاضی بنایا گیا ان کے پاس فتوے ہوتے تھے کوئی امور سلطنت پہ حاوی اور نظم و نسق میں دنیا کے قائد ثابت ہوئے یہ الگ بات ہے کہ کیفیات باطنی میں سب کے قلوب ذات باری کے ساتھ جڑے ہوئے تھے بنیادی بات وہ تھی جو کیفیت عطا ہوئی دلوں کو کہ محفل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے والے ہر شخص کا دل اس طرح روشن ہوا کہ اگر انسانی فضائل اور انسانی مدارج کی بات کی جائے تو ساری دنیا کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

ولایت کو جمع کر دو جہاں ساری ولایت کی حد ختم ہو جائے گی وہاں سے وہ جگہ شروع ہوگی جہاں سے صحابہ کرام کے کفِ پا کی گرد نظر آئے گی۔ صحابیت تمام طرح کی ولایتوں کے مجموعے سے آگے کا نام ہے ہر آنے والا صحابی ہوگیا وہ بھی صحابی ہوگیا وہ بھی صحابی ہوگیا کہ ابھی قرآن مکمل نہیں ہوا تھا ابھی نماز فرض نہیں ہوئی تھی اس عہد میں بھی جس نے صحبت چند لمحے پالی وہ صحابی ہو گیا دنیا سے رخصت ہوا تو صحابیت ساتھ لے گیا اسکا مطلب ہے کہ صحابیت ایک کیفیت تھی جو دلوں میں در آئی احکام بعد میں مکمل ہوئے فرائض و واجبات کی تکمیل میں تیئیس برس لگے رفتہ رفتہ ایک ایک چیز کر کے ہوتی گئی ایک نظام بننے میں تیئس برس لگے لیکن صحابی بننے میں ایک نگاہ ہی کافی ہوئی۔ یہ جو نعمت تھی کہ صحابی ہر کوئی بن گیا اس کے بعد حفظ مراتب ہے اپنے اپنے مقامات ہیں لیکن بنیادی طور پر مرد عورت بچہ بوڑھا جسے بھی صحبت عالی نصیب ہوئی۔ صحابی بن گیا جس طرح عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حدیث کا ایک شعبہ بنا تفسیر کا ایک شعبہ بنا فقہ کا ایک شعبہ بنا اس طرح صحابہ تابعین اور تبع تابعین۔ صحابہ میں قوت تھی ان کے پاس ہر بیٹھنے والا تابعی کہلایا دل سے دل کو بات منتقل ہو جاتی تھی۔ تابعین میں یہ قوت تھی جسے ان کی صحبت نصیب ہوئی تبع تابعی بن گیا۔ تبع تابعین سے ہر آنے والے کا دل روشن نہ ہوا بلکہ جس طرح حدیث کے ادارے بنے تفسیر کے ادارے بنے فقہ کے

انسٹی چیوشن بنے اسی طرح دلوں کی برکات تفویض کرنے کے بھی انٹی چیوشن اور ادارے بن گئے اور ہر عالم برکات قلبی کا امین نہ ہوسکا۔ اور ہر صوفی عالم ہوا یہ برکات کی تقسیم بھی اہل علم نے کی علماء نے کی لیکن سارے کیف باطنی نہ پا سکے اور اہل باطن اہل حال جتنے تھے وہ سارے علوم ظاہرہ سے آراستہ ہوئے یہ شعبہ یہ جہاں ہم بیٹھے ہیں یہ مشائخ جن سے نسبت پہ ہم اللہ کریم کا کروڑوں بار شکر ادا کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اس شعبے کے تھے جو ہمارے اندر "بر" پیدا کرتا ہے۔

تعاونوا علی البر تب حاصل ہوتی ہے جب "بر" اپنے اندر بھی آئے اہل مکہ نے "بر" کے لئے رسومات بنا لی تھیں اور اسے وہ نیکی سمجھتے تھے کہ کچھ دنوں میں سامنے سے گھر نہیں جانا پیچھے سے دیوار پھاڑ کر جانا ہے۔ وہ رسم اس طرح ادا کرنی ہے تو فرمایا لیس البر ان تاتو البیوت کہ آپ مکانوں کو آگے سے داخل ہوں من ابوابھا یا ان کے پیچھے دیواریں پھاندیں یہ نیکی نہیں ہے۔

ولکن البر من امن باللہ "بر" یہ ہے کہ تم اللہ سے کتنا لگاؤ کتنا ایمان کتنا یقین نصیب ہوتا ہے رسومات میں "بر" نہیں ہے رواجات میں "بر" نہیں ہے "بر" کیفیات کا نام ہے جو دل میں ہوتی ہیں اور وہ پیدا ہوتی ہیں برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کے لئے دلون کی پالش کرنا ضروری ہے۔ کلا بل ران

علی قلوبھم کچھ لوگ حسن سے متاثر ہوتے ہیں کچھ لوگ حسن کلام سے متاثر ہوتے ہیں حسن ادائیگی سے متاثر ہوتے ہیں لوگ کسی طرح کا بھی حسن ہو وہ شعر میں ہو ادب میں تقریر میں ہو تحریر میں ہو وجود میں ہو شکل میں ہو اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور سارے جہانوں کے حسینوں سے حسین تر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس سے لوگ محروم کیوں ہیں فرمایا۔

کلا بل ران علی قلوبھم ان کے دلوں پر زنگار لگ گیا ہے۔ زنگ لگ گیا ہے دلوں کو۔ دلوں میں وہ استعداد ہی نہیں رہی کہ وہ معیار حسن کو چانچ سکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکل شیئی صقالۃ ہر چیز کی پالش ہوتی ہے۔ وصقالۃ القلوب ذکراللہ اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر جس قدر کثرت ذکر کسی کو نصیب ہوگی اتنا اس کا دل پالش ہوگا جتنا دل پالش ہوگا اتنا اس میں برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گی۔ جتنی برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گی اتنا اسے اللہ تعالیٰ سے تعلق نصیب ہوگا جتنا تعلق دل میں ہوگا اتنا "بر" ہوگا اور جتنا "بر" وجود میں ہوگا اس حساب سے "بر" کے ساتھ عالم عمل میں تعاون کر سکے گا۔

بظاہر تو چھوٹا سا جملہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو بڑا اچھا شعر ہے فارسی کا

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

www.naqshbandiaowaisiah.com

کبوتر با کبوتر باز با باز
ہر جنس اپنی جنس کے ساتھ پرواز کرتی ہے
کبوتر کبوتروں میں اور بازبازوں کے ساتھ
کبھی کسی باز کو آپ کبوتروں کے جھنڈ میں
اڑتا ہوا نہیں دیکھیں گے۔ اور کسی کبوتر کو
آپ بازوں کے جھنڈ میں محو پرواز نہیں
پائیں گے۔ جب تک اپنے اندر "بر" پیدا
نہیں ہوگی "اہل بر" کے ساتھ تعاون کے
امکانات نہیں ہوں گے جب تک اپنے
اندر باز پیدا نہیں ہوگا خود کو باز ثابت نہیں
کر سکے گا۔ خود کو شاہین ثابت نہیں کرے
گا۔ شاہینوں کے ساتھ محو پرواز کیسے ہوگا۔

ہمارا آج کا قومی مسلہ یہ ہے کہ
ہر شخص نے اپنی اصلاح سے بے فکر ہو کر
قومی اصلاح کا بیڑا اٹھا لیا ہے آج کا قومی
مسلہ یہ ہے کہ ہمارے لیڈران کرام سے
لیکر مذہبی قیادتوں سے لیکر سیاسی قیادتوں
اور فوجی قیادتوں تک ہر شخص اپنے آپ کو
بایزید بسطامی سمجھتا ہے اپنے آپ کو بالکل
پرفیکٹ سمجھتا ہے اپنی اصلاح کا تو احساس ہی
نہیں ہے وہ خود کو تو فرشتہ سمجھے بیٹھا ہے
اور دوسروں کی اصلاح پہ کمربستہ ہے جس
کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خرابیاں بڑھتی ہیں
برائیاں بڑھتی ہیں اور بھلائی نہیں ہوتی
کیوں نہیں ہوتی کہ جو لوگ کرنے کو نکلتے
ہیں وہ اپنی اصلاح سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

سو آج کی اس گھڑی میں روئے
زمین پر جہاں بھی مسلمان ہے وہ تیغ ستم کا
نشانہ ہے روئے زمین پر جہاں بھی مسلمان
ہے اس کی آبرولٹ رہی ہے جہاں بھی
مسلمان ہے اس کا خون بے دریغ بہایا جا رہا
ہے اسے زبردستی سودی نظام میں جکڑا ہوا
ہے اس کا مال اس کی دولت لے کر مغرب
کی کافر طاقتیں اور یہود و نصاریٰ عیاشیاں
کر رہے ہیں۔ کیا عالم اسلام کی ساری
قیادت ہی نامرد ہو گئی ہے اس کا جواب
بالکل ہاں میں ہے اور بلا شک ہاں میں ہے
چونکہ مردانگی کا تصور جو اسلام میں ہے۔

مائی رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا
ایک جگہ فرماتی ہیں خاتون فرماتی ہیں کسی
نے کہا آپ تو خاتون ہیں آپ تو بی بی ہیں
آپ نے کیا طوفان اٹھا رکھا ہے انہوں نے
فرمایا طالب العقبی مونث جو صرف
آخرت میں جان بچانے کے لئے نیکی کرتے
ہیں جنہیں صرف آخرت میں جنت اور
حور و قصور کی طلب نے نیکی پر آمادہ کر رکھا
ہے وہ عورتیں ہیں طالب المولی مذکر جو اللہ
کے طالب ہیں وہ سارے مرد ہیں اور میں
اللہ کی طالب ہوں۔

اگر اس اعتبار سے اس پیمانے
سے دیکھا جائے تو آج عالم اسلام میں کوئی
ایک قیادت دکھلائیں جس میں اللہ کی طلب
بھی موجود ہو یہی وہ بنیادی نکتہ ہے کہ
مغربی دنیا کے پاس ہے کیا آج بھی زندگی
کے وسائل میں سے اسی فیصد وسائل
مسلمان ممالک کے پاس ہیں گرم بندرگاہیں
ساری مسلمانوں کے پاس زرخیز زمینیں
ساری مسلمانوں کے پاس زیر زمین ذخائر
سارے تیل ہوں یا جواہرات ہوں یا سونا
چاندی سارے مسلمانوں کے پاس اسی فیصد
ریسورسز آف دی لائف، زندگی کے
وسائل جو ہیں اسی فیصد مسلمانوں کے پاس
ہیں اور حکومت اور اقتدار کافروں کے
پاس ہے یہ جو ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف
آپ کو قرضہ دیتا ہے یہ ساری دولت ان
مسلمان ہی کو دے کر سود لیا جتا ہے اگر
پاکستان ہی کو دیکھ لیں تو چھیالیس ارب ڈالر
مقروض ہے۔ اور ڈیڑھ سو ارب ڈالر سے
زیادہ سرمایہ چند سو دولت مندوں کا امریکہ
کے پاس ہے۔ تو کیا اس ڈیڑھ سو ارب
ڈالر سے قرضے نہیں دئے جا سکتے اسی پر ہم
سے دوبارہ سود نہیں لیا جا رہا اس لے کہ
ہمارے سربراہ ہماری قیادت ہمارے لیڈر
اپنی اصلاح سے اپنے دل کی روشنی سے
اپنے اندر "بر" پیدا کرنے سے بے نیاز ہو
کر تقریروں میں نیکی کا پرچار کرتے ہیں
دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے ہیں حالات
کی تبدیلی کی نوید دیتے ہین کہ یہ کر دیں
گے وہ کر دیں گے ہوتا کچھ بھی نہیں اس
لئے کہ شاہینوں کے ساتھ اڑنے کے لئے
خود کو شاہین بنا پڑتا ہے۔

تو حضرات گرامی! میری
درخواست یہ ہے کہ اپنی بھرپور توجہ سب
سے پہلے ان برکات پر دیجئے جو ان مشائخ
عظام کی امانت ہے میرے پاس بھی آپ
کے پاس بھی اس میں کوتاہی صرف یہ نہیں
کہ آپ اپنے منازل چھوڑ رہے ہیں نہیں
اس عہد کی ضرورت ہے کہ اس قوم کو اہل
دل مہیا کئے جائیں گے اگر ہم اس میں
کوتاہی کر رہے ہیں تو ہم قومی مجرم ہیں اور
شاید روز محشر یہ پوچھا جائے کہ تم ہی کوئی
روشن قلب روشن ضمیر بندہ پیدا کر دیتے
جو قوم میں انقلاب پیدا کرتا اور جب تک

www.naqshbandiaowaisiah.com

کوئی روشن ضمیر جب تک کوئی اہل حال جب تک کوئی صاحب دل آگے نہیں آتا حالت بہتر نہیں ہوں گے۔۔

یہ موجودہ تبدیلی جس پہ پورے اہل وطن نگاہ لگائے بیٹھے ہیں یہ تبدیلی نہیں ہے یہ تبدیلی کی ابتدا ہے اس سے تبدیلی کی ابتدا ضرور ہوئی ہے یہ خود تبدیلی نہیں اس سے کوئی مثبت نتائج کی توقع کم از کم مجھے نہیں ہے ہاں اس پر اور تبدیلیاں آئیں گی اس پر اور آئیں گی اور بتدریج یہ گاڑی اپنے مقام پر جا کر رکے گی لیکن اس کے لئے آپ کی راتوں کو زندہ ہونا چاہئے آپ کے قلوب کو بیدار ہونا چاہئے۔ کسی قوم میں ایک صاحب حال ہو تو قوم کی کایا پلٹ جاتی ہے جس قوم میں ہزاروں آپ ذکر کرتے ہیں اور تبدیلی نہیں آتی کیوں نہیں آتی؟ کیا آپ خود اسے بطور رسم نبھا رہے ہیں یا اس پر آپ کا یقین ہے اپنی تلاش کیجئے اپنے دل کفر آزمانا چاہئے بے وفا کا لفظ وہاں بجتا نہیں اس غلط فہمی میں نہ رہیئے کہ اللہ منظور نہیں کرتا۔ یار ہاں نظرانداز بے علم بے وفا کا لفظ وہاں بجتا نہیں۔ اپنے دل کو آزمانا چاہئے اپنے آپ کو دیکھئے ہم کیا طلب کر رہے ہیں کس لئے ذکر کرتے ہیں کیا کشف کی طلب ہے کہ مجھے کشف ہو جائے بڑی رونق ہوگی کیا خود کو مستجاب الدعوا ۃ بنانا چاہتے ہیں یا لذت آشنائی چاہتے ہیں۔لذت آشنائی وہ شے ہے جو اکیلی ملتی ہے بغیر ملاوٹ کے ملتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

تو یہ ساری محنت اس لذت آشنائی کے لئے چاہے جو ذات باری سے نصیب ہو جائے جو بارگاہ رسالت پناہی سے نصیب ہو جائے۔

جس میں جینے مرنے کی فکر نہ ہو صحت بیماری کا تذکرہ نہ ہو امیری فقیری کی بات نہ ہو رہائی اور اسیری کا ذکر نہ ہو میں اور تو کی بات ہو بارگاہ کی اور طلب کی بات ہو دربار اور حضوری کی بات ہو۔

دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

اپنے ذکر کو تو کم از کم کھرا کر لیجئے اس میں ملاوٹ کرنے والا انتہائی گنہگار ہے ظالم ہے آٹے میں ملاوٹ ظلم ہے دودھ میں ملاوٹ ظلم ہے، گھی میں ملاوٹ ظلم ہے اخبار میں ملاوٹ ظلم ہے افکار میں ملاوٹ ظلم ہے، بات میں ملاوٹ ظلم ہے تو ذکر الٰہی میں ملاوٹ کیا سب سے زیادہ ظلم نہیں ہے۔

میں پیر بن جاؤں لوگ مجھے بہت بڑا سمجھنے لگیں لوگ میرے ہاتھ پاؤں گوڈے چومنے لگیں، میں صاحب کشف ہو جاؤں لوگوں پر رعب جماؤں میں جو کہوں وہ لوگ کریں یہ ملاوٹ ہے ذکر الٰہی میں اور اسی ملاوٹ کے کرنے والا شاید سب سے زیادہ عذاب کا سامنا کرے کہ کسی نے گھی میں ملاوٹ کی کسی نے دودھ میں ملاوٹ کی، کسی نے اخبار میں کی تو تو نے یاد الٰہی میں بھی ملاوٹ کر دی۔

سو میرے بھائی یہاں حاضری کوئی رسم نہیں ہے بارگاہوں یا مزاروں یا قبور پر حاضری ہمارا مسلک نہیں ہے نہ ہم قبور کے لئے حاضر ہوتے ہیں ہم تو وہ عہد وفا یاد کرنے کے لئے آتے ہیں جو ذات باری سے ان بزرگوں کے طفیل ہمیں نصیب ہوا۔ ہم تو ان کے لئے دعا کرنے حاضر ہوتے ہیں کہ ان لوگوں کا ہم پہ یہ احسان ہے کہ اس عہد میں انہوں نے ہمیں۔

صد ہزاراں جاں مرقد پر فدا
کہ رسانیدی حضور مصطفٰے ﷺ

ہم تو اس بات کا اظہار تشکر کرنے آتے ہیں کہ ہمیں اس عہد میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کرنے کی تو توفیق سکھا دی۔

چہ عالم خاک را با عالم پاک
کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ

یہ ہماری فکروں سے بالا تر بات تھی اللہ کی بے پناہ کروڑوں کروڑوں بے حساب رحمتیں ہوں ان اصحاب پر ان مشائخ عظام پر ان کی مٹی بھی روشن رہے جنہوں نے ہم جیسے نامشت غبار اس عہد کے مارے ہوئے انسان، نفس کے اسیروں کو یہاں سے اٹھا کر کم از کم طلب الٰہی اور طلب بارگاہ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم تو عطا کر دی۔ یہاں حاضری صرف یہ عہد وفا یاد کرنا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ساری دنیا سے ہٹ کر سارے فکروں سے آزاد ہو کر اپنا جائزہ لیجئے کہ کیا ہم ذکر اسی لئے کرتے ہیں اور اگر اسی لئے ہے تو کیا ہم کرتے ہیں؟ ارے اس میں تو یہ چاہئے کہ کوئی لمحہ بغیر اس کی یاد کے خالی نہ جائے کوئی سانس یہ جو ذکر الٰہی ہے جو قلب پر چوٹ ہے اس کی کیفیت ایسی ہے جیسے اللہ کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

دامن ہو اور ہمارے ہاتھ میں ہو تو کیا کوئی چاہے گا کہ اپنا ہاتھ اٹھا لے اور پھر کبھی فرصت لگی تو پکڑ لوں گا۔ سو میرے بھائی سب سے پہلے پوری قوت اپنے قلب پر لگائیے تاکہ یہاں "بر" پیدا ہو اور ہمیں توفیق نصیب ہو کہ ہم "اہل بر" کے ساتھ تعاون کر سکیں۔ "اہل بر" آئیں گے کہاں سے میری نظر میں میری ذاتی رائے میں اللہ مجھے تکبر سے پناہ میں رکھے میں کوئی بڑائی کی بات نہیں کر رہا میری اپنی ذاتی رائے میں اس وقت اگر آپ میں سے اہل ذکر میں سے اہل دل میں سے کوئی شخص سٹیج پر نہ آیا تو برکا وجود آپ کی قیادت میں نہیں آئے گا۔ چونکہ جب تک قلوب روشن نہیں ہوتے جب وجود آپ کی قیادت میں نہیں آئے گا چونکہ جب تک قلوب روشن نہیں ہوتے جب تک ضمیر روشن نہیں ہوتا جب تک اندر "بر" پیدا نہیں ہوتا خارجی حالات میں "بر" کی توقع رکھنا فضول اور بے کار ہے۔ محنت کیجئے ان لوگوں کو اللہ اللہ سکھائیے جو سٹیج پر جا رہے ہیں ایسے لوگوں کو بھی یاد الٰہی میں لائیے جو معاشرے میں قیادت کر رہے ہیں ان علماء کو اس طرف دعوت دیجئے جو امت کی قیادت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں ان سیاست دانوں کو اللہ اللہ سکھائیں شاید آپ کا پیش کیا ہوا ایک آدمی ملک کی تقدید بدل دے۔ اور اس کے سارے انعامات آخرت میں آپ کو بھی نصیب ہو جائیں۔ اللہ کی رضا کے لئے دین کے احیاء کے لئے اپنے آپ پر بھی محنت کیجئے اور دوسروں کو بھی اس طرف بلائیے جب تک دل میں برکات پیدا نہیں ہوں گی "بر" پیدا نہیں ہوگی تقوی پیدا نہیں ہوگا تعاون "اہل بر" کے ساتھ اور اہل تقویٰ کے ساتھ کیسے ہوگا اور جب تک کوئی صاحب حال قیادت میں نہیں آ جاتا "بر" کا وجود قیادت میں آئے گا کہاں سے اللہ نے اس ملک پر انشااللہ دین کو نافذ کرنا ہے اس طرح دین اسلام کی حکومت قائم ہوگی اور اس کے قیام کے لئے بہت بڑا عظیم معرکہ پیش آئے گا جسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے غزوۃ الہند قرار دیا ہے بے شمار شہید ہوں گے بے شمار اہل جہنم ہوں گے بے شمار دین کے مخالف تہہ تیغ ہوں گے۔ بے شمار دین کے مجاہد وصال الٰہی کو پائیں گے تب جا کر اسلام نافذ ہوگا ابھی غزوۃ الہند باقی ہے لیکن اب آثار بتاتے ہیں کہ سفر اس طرف شروع ہو چکا ہے محنت کیجئے کوشش کیجئے اللہ کرے ہمیں نظام اسلام دیکھنا نصیب ہو اور اگر ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں ہے تو اللہ اس راہ کے شہیدوں میں ہمارا شمار کر دے۔

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان "بر" اور تقویٰ کے بعد گناہ رہ جاتا ہے یا بغاوت۔ گناہ پر اور بغاوت پر تعاون نہ کیجئے اور تعاون کے مختلف درجے ہیں ایک تو یہ ہے کہ ہم ظالم کو اس کی قوت بن کر اسے اقتدار دیتے ہیں کہ یہ جو آپ کے میرے ووٹوں سے ظالم مسلط ہوتے ہیں یہ بھی عدوان پر بغاوت پر گناہ پر تعاون ہے اسی سے کتاب اللہ نے منع کیا ہے کہ ظالموں کو قوم کی گردن پہ سوار کرنے میں کیوں تعاون کرتے ہو۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یہ بھی تعاون ہے کہ جو جی چاہے وہ ظلم کرتے رہیں اور اس کے خلاف آواز بلند نہ کی جائے۔

الحمد للہ ہم پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ ہر زمانے ہر عہد اور ہر حکومت میں الاخوان جب سے وجود میں آئی ہے بحمد للہ ہم نے بغیر لگی لپٹی رکھے سیدھا سیدھا حق اور احکام الٰہی اور دینی احکام بیان کئے ہیں کسی کی بے جا مدح سرائی نہیں کی۔ کسی پر بے جا طنز نہیں کیا۔ آئندہ بھی انشاء اللہ العزیز محض اللہ کے لئے ہم حق بات کہتے رہیں گے اور جب حق نظر آئے گا اس کے ساتھ تعاون کریں گے۔ محض اقتدار کے وعدے پر انشاء اللہ ہمیں کوئی نہیں خرید سکے گا۔

جب بھی کوئی دینی قوت کسی جگہ بھی اسلام کی کوئی طاقت پوری مسلم دنیا میں جب بھی وہ سمجھتے ہیں کوئی تنظیم کوئی دینی قوت ایک جگہ بنا رہی ہے تو طاغوتی طاقتیں اس کے خلاف سازشوں کے جال بچھانا شروع کر دیتی ہیں۔ جن سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ بچ سکیں گے جو خود روشن ضمیر ہوں گے جو اپنے دل میں روشنی رکھتے ہوں گے کسی فرد کے لئے کسی ذات کے لئے دنیا کے لئے عقبیٰ کے لئے انہیں اللہ کی رضا کی اور قرب الٰہی جسے نصیب ہو گیا دنیا ہو یا آخرت دونوں جہان اسی کے ہیں لہٰذا ہر ذاکر دل کی ہر صاحب حال دل کی سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہر دل کی تمنا قرب الٰہی اور وصال محمد صلی اللہ علیہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

وسلم ہونا چاہئے جینا مرنا اٹھنا بیٹھنا دوستی و دشمنی اس ایک کام کے لئے وقت کر لو زندگی کی سند کسی کے پاس نہیں ہے آج بھی جو لوگ غزوۃ الہند کی تیاری میں دنیا سے چلے جائیں گے برزخ میں انہیں انہی مجاہدوں میں شمار کیا جائے گا جو غزوۃ الہند میں حصہ لیں گے۔ زندگی اور موت سے بے نیاز ہو کر اس ایک تن خاکی کو تو مخلص کر لو اللہ اور اللہ کے دین کے لئے ایک ایک کر کے انشا اللہ وہ قیادت آئے گی جو غزوۃ الہند میں حصہ لے گی جو اس ملک پر اسلام نافذ کرے گی جو روئے زمین پر احیائے اسلام کے اسباب پیدا کرے گی مجھے اس میں رائی برابر شبہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ اصدق الصادقین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں میں ہے ایسا ہو کر رہے گا اس بات کی فکر چھوڑ دو کہ اسلام نافذ ہو گا کہ نہیں فکر اس بات کی کرو کہ اللہ ہمیں اسلام نافذ کرنے والوں میں شامل کر لے۔ زندہ رہیں تو ہماری محنت احیائے اسلام کے لئے ہو موت آ جائے تو ہم اسی رہ کے مسافر ہوں اور آخرت میں غزوۃ الہند کے مجاہدوں اور نمازیوں میں ہمارا شمار ہو۔

و آخر دعونا ان الحمد اللہ رب العلمین

☆ راستہ کا حق یہ ہے نگاہیں نیچی رکھنا تکلیف دہ چیزوں کو راستہ سے ہٹانا سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا بھٹکے ہوئے لوگوں کو رستہ بتانا مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا۔

اسرار التنزیل

قرآن مجید کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے

مولانا محمد اکرم اعوان کی اچھوتے اور منفرد انداز میں لکھی ہوئی تفسیر "اسرار التنزیل" چھپ چکی ہے۔

جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہے۔

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ' ٹاؤن شپ لاہور فون : 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک بڑے مسلمان کی رحلت

گزشتہ صدی کا آخری سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی عالم اسلام کے عظیم مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی زندگی کا چراغ بھی گل ہوگیا۔ عالم اسلام کے لئے ان کی بے پایاں خدمات کے حوالے سے ایک خصوصی مضمون "المرشد" کے قارئین کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ یہ مضمون پہلے روزنامہ "پاکستان" میں شائع ہوچکا ہے۔

تحریر = ڈاکٹر امین اللہ وشیر

برصغیر پاک و ہند ہی نہیں سارے عالم اسلام کے نامور عالم مصنف' مورخ' دانش ور اور دین حق کے داعی حضرت مولانا علی میاں ابوالحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ 31 دسمبر 99ء کو لکھنؤ میں انتقال فرما گئے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی' ہندو مذہبی جارحیت کے خلاف بھارت میں مسلمانوں کے بے خوف ترجمان کی حیثیت رکھتے تھے۔ کئی مرتبہ مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت میں ان کی اپنی زندگی خطرات سے دوچار ہوئی' ندوۃ العلماء پر حملہ بھی کیا گیا مگر وہ بلا خوف و خطر بھارت ہی میں مقیم رہے اور مسلمانوں کی بے لوث خدمت میں مصروف رہے۔ اگرچہ وہ کسی سیاسی جماعت کے رکن نہیں تھے مگر مسلمانوں کے لئے ان کی خدمات ہر میدان میں جاری و ساری رہیں۔ ابھی ابوالحسن کی عمر صرف دس برس تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنی والدہ اور بڑے بھائی ڈاکٹر سید عبدالعلی کی زیر نگرانی تعلیم جاری رکھی۔ مولانا ابوالحسن علی جو بالعموم علی میاں' کے نام سے معروف ہوئے بہت بڑے مصنف تھے۔ ان کی تصانیف' تراجم اور مضامین و مقالات کی تعداد سات سو تک پہنچتی ہے' جن میں سے بہت سی کتب کے ترجمے انگریزی' فرانسیسی' ترکی وغیرہ میں کئے گئے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی دنیا کے بہت سے ملکوں میں تشریف لے جاتے رہے اور وہاں کی جامعات اور علمی و تحقیقی اداروں میں طلبہ و اساتذہ اور اہل علم سے خطاب کیا۔ جامعات انہیں اپنے ہاں لیکچر کی دعوت دینے میں فخر محسوس کرتی تھیں مگر انہوں نے کبھی معاوضہ وصول نہ کیا بلکہ اپنا قیام تک اپنے دوستوں کے ہاں رکھتے۔ اونچے درجے کے ہوٹلوں میں ٹھہرنا انہیں پسند نہیں تھا۔

وہ برصغیر کے علاوہ شرق اوسط' یورپ اور امریکہ میں ایک عظیم دانش ور کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ ان کے تعلقات عالم اسلام کے تمام بڑے بڑے علماء اور ارباب اختیار سے تھے مگر ان کی ذاتی زندگی سادگی کا ایک نمونہ تھی۔ وہ حقیقتاً اسلاف کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان کا پورا گھرانہ ہی اسلامی تعلیمات کا عمدہ نمونہ تھا' جس کی خواتین تک اسلامی تعلیمات پر ہمیشہ عمل پیرا رہیں اور انہیں دیکھ کر صحابیات نبی ﷺ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی' یہ گھرانہ ہمیشہ غرباء و مساکین کی اعانت میں مصروف رہا۔

مولانا علی میاں کشمیری مسلمانوں کے بھی بڑے خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔ بھارتی حکومت کی طرف سے بارہا ان پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ کشمیری مسلمانوں کی حمائیت سے ہاتھ اٹھالیں مگر وہ اپنے ان ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہو سکی۔ انہوں نے یوپی کے تعلیمی اداروں میں "بندے ماترم" کے لازمی طور پر گائے جانے کی بھی زبردست مخالفت کی' حتی کہ مسلمان طلبہ کو ان سرکاری مدارس کا بائیکاٹ کرنے کی علی الاعلان تلقین کی جہاں انہیں بندے ماترم گانے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ مولانا ابوالحسن کی زیر قیادت بھارتی مسلمانوں کی اس تحریک کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت کو اپنے احکام واپس لینا پڑے۔ ان کی پوری زندگی اس قسم کے جرات مندانہ اقدامات سے بھرپور تھی۔ مولانا ہر لحاظ سے بھارتی مسلمانوں کے دل کی آواز تھے۔ وہ زندگی بھر قلمی جہاد میں مصروف رہے۔ ان کی اسی جرات مندی اور بلند اخلاقی کی مثال آج کے دور میں مشکل ہی سے ملے گی۔ وہ اردو کے ایک بڑے ادیب تو تھے ہی' عربی زبان و ادبیات پر بھی انہیں اتنا گہرا عبور حاصل تھا کہ دنیائے عرب ان کی علمیت و فضیلت کے سامنے سر تسلیم خم کرتی تھی۔ وہ عربی کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک بڑے ادیب کی حیثیت رکھتے تھے۔

ان کے قلم سے اسلامی عقائد و عبادات تفسیر آیات اور سیرت طیبہ جیسے نازک و پر عظمت موضوع سے لے کر تاریخ و سیرو سوانح کے مورخانہ و ذمہ دارانہ موضوع تک' معاصر شخصیتوں کے سوانحی خاکے اور ان کے بارے میں نقوش و تاثرات کے پرخار اور دشوار گزار مضمون سے لے کر شعروادب اور فکروفن جیسے لطیف مضمون تک مستقل کتابیں زینت قرطاس بنیں۔ تاریخ دعوت و عزیمت (چھ حصے) مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر۔ دریائے کابل سے دریائے یرموک تک۔ تہزیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات۔ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں۔ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت۔ حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب۔ مطالعہ قرآن کے مبادی و اصول۔ خواتین اور دین کی دعوت۔ سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری۔ سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حدیث کا بنیادی کردار۔ معرکہ ایمان و مادیت' پرانے چراغ(سوانح) نقوش اقبال' (ان کی اپنی عربی تصنیف روائع اقبال" کا ترجمہ) کاروان مدینہ' قادیانیت' تعمیر انسانیت' حدیث پاکستان' کارواں زندگی (چھ حصے) (خاندانی حالات اور زندگی کے مشاہدات) مذہب و تمدن' حیات عبدالحئی (والد گرامی کے حالات زندگی) تحفہ پاکستان' عالم عربی کا المیہ اور سیرت سید احمد شہید ان کی چند مشہور عالم تصانیف ہیں۔ ان کی بعض عربی تصانیف عرب ملکوں کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں۔

حضرت مولانا ندوی' دنیائے اسلام کے بہت سے اعلیٰ علمی و تحقیقی اور دینی اداروں کے منتظم یا رکن تھے۔ جس کی مختصر روداد حسب ذیل ہے۔ ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ' (بھارت) صدر مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ۔ صدر مجلس انتظامی و مجلس عاملہ دارالمصنفین لکھنؤ' صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ۔ صدر رابطہ الادب الاسلامی العالمیتہ' رکن مجلس شوری دارالعلوم دیو بند' رکن عربی اکاوی دمشق' رکن مجلس عاملہ موتمر عالم اسلامی بیروت' رکن مجلس تاسیس رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ' رکن مجلس شوری جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔ علاوہ ازیں وہ اسلامک سینٹر جنیوا کی مجلس شوری کے رکن' سینٹرفار اسلامک اسٹڈیز آکسفورڈ یونیورسٹی کے صدر اور دمشق یونیورسٹی اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وزیٹنگ پروفیسر بھی تھے۔

مولانا ابوالحسن علی کا تعلق رائے بریلی (یو پی ۔بھارت) کے مشہور حسنی قطبی سید خاندان سے تھا۔ سادات کرام کا یہ خانوادہ ساتویں صدی ہجری میں برصغیر میں وارد ہوا اور اس کی یہ دینی خصوصیت ہمیشہ قائم رہی کہ وہ خالص عقیدہ توحید پر قائم' مشرکانہ رسومات و اثرات سے محفوظ' بدعات سے مجتنب اور اہل سنت والجماعت کے مخالف و متضاد اثرات سے دور رہا۔ توحید اور اتباع سنت کی دعوت اس کا عام طور پر شعار اور خصوصیت رہی۔ تیرہویں صدی ہجری کے آغاز پر حضرت سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ جیسی تاریخ ساز اور عہد آفرین شخصیت کا تعلق بھی اسی خاندان سادات سے تھا مردانگی' حمیت دینی اور جذبہ جہاد اس خاندان کا طرہ امتیاز تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ کو بھی اس خانوادے سے تعلق خاطر رہا۔ سلطان ٹیپو شہید اور ان کا خاندان اس حسنی قطبی سادات خاندان سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتا تھا۔ 1857 کے ہنگامہ خیز دور میں بھی اس خاندان کی ہمدردیاں اپنے ہم وطنوں کے ساتھ رہیں اور اس کے باصلاحیت افراد نے انگریزوں سے دور رہ کر برصغیر کی مسلم ریاستوں' حیدر آباد اور بھوپال سے تعلق قائم رکھے۔ ان کا رشتہ ہمیشہ شریعت و طریقت سے مربوط رہا اور اس میں بڑے بڑے علماء و صلحاء اور صحیح العقیدہ داعیان سنت پیدا ہوئے۔ اس خاندان نے تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا۔

باطنی طور پر اس خاندان کے افراد حضرت مجدد الف ثانیؒ اور علوم شریعت میں حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیز کی تعلیمات سے منسلک رہے اور ان کی دعوت واصلاح کے علمبردار بنے۔

مولانا ابوالحسن (علی میاں) کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

پیدائش 1914ء (6 محرم 1333ھ) میں ہوئی۔ ان کے والد مشہور عام و مصنف مولانا حکیم سید عبدالحئ لکھنوی (نزہتہ الخواطر جس میں برصغیر کے پانچ ہزار کے قریب مسلمان ناموروں کا عربی زبان میں تعارف کرایا گیا ہے کے مصنف شہیر "گل رعنا" بھی انہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے اور والدہ محترمہ سیدہ خیرالنساء صاحبہ تھی وہ اپنے بہن بھائیوں سب سے چھوٹے تھے۔

گھر کا ماحول دینی اور علمی تھا۔ مولانا علی میاں کے والد گرامی کا سارا وقت تصنیف و تالیف' مطب اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمت میں گزرتا جس کے وہ ناظم تھے۔ اسی علمی و تہذیبی اور دینی ماحول کا اثر تھا کہ علی میاں علم و عرفان کی فضاء میں پروان چڑھے۔ 1923ء میں والد صاحب کی وفات کے بعد ان کی تربیت و تعلیم کی ذمہ داری ان کی والدہ محترمہ جو کہ حافظہ قرآن مجید بھی تھیں اور بڑے بھائی ڈاکٹر سید عبدالعلی نے اٹھائی جو ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیو بند کے فارغ التحصیل تھے اور بعد میں انہوں نے لکھنؤ کے میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا (بعد میں وہ بھی ندوۃ العلماء کے ناظم بنے) علی میاں نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر ابتدائی فارسی' انگریزی' اردو اور خوش خطی کی گھر پر ہی تعلیم حاصل کی۔ عربی زبان کی تحصیل انہوں نے عربی زبان و ادب کے بے مثال استاد و شیخ خلیل ابن محمد یمنی سے کی۔ عربی دانی کے لئے علی میاں زیادہ تر انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ انہوں نے عربی زبان' صرف نحو اور دیگر کئی علمی فوائد اپنے پھوپھا مولانا سید طلحہ صاحب (سابق پروفیسر یونیورسٹی اور نیشنل کالج لاہور) سے بھی حاصل کئے۔ پھر انہوں نے لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں داخلہ لیا اور وہاں سے فاضل ادب اور فاضل حدیث کے امتحانات امتیاز کے ساتھ پاس کئے۔ 1929ء میں انہوں نے باقاعدہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا اور فقہ و حدیث نبوی کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں وہ کچھ عرصے کے لئے دیو بند میں بھی زیر تعلیم رہے۔

مولانا ابوالحسن علی میاں کو لاہور سے بڑا انس تھا۔ انہوں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی کئی مرتبہ لاہور آکر قیام کیا اور اس کی علمی و ادبی فضاء سے متاثر ہوئے انہوں نے اپنے پہلے سفر لاہور مئی / جون 1929ء کے بارے میں لکھا ہے کہ۔

"لاہور اس وقت برصغیر کا سب سے بڑا ثقافتی' ادبی اور صحافتی مرکز تھا..... سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ شاعر مشرق حکیم اسلام ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا شہر تھا۔ یہ میرا پہلا دور کا سفر تھا' وہ مسرت و ابتہاج ابھی تک نہیں بھولا جو روانگی کے دن' دل میں موجزن تھی۔ یہ سفر میری زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس وقت میری عمر پندرہ یا سولہ سال تھی۔ مولانا سید طلحہ صاحب نے مجھے علامہ اقبال سے بھی ملوایا اور یہاں لاہور کی مشہور علمی شخصیتوں سے میرا تعارف کرایا وہاں رستم زماں گاماں پہلوان سے بھی ملایا۔ علامہ اقبال کے یہاں یہ کہہ مجھے پیش کیا گیا کہ یہ مصنف گل رعنا کے فرزند ہیں۔ اور انہوں نے اپنی نظموں کا عربی میں ترجمہ بھی کیا ہے..... مولانا طلحہ صاحب کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ وہی حضرت مولانا احمد علی صاحب سے میرے تعارف و تعلق کا سبب بنے۔ اسی سفر میں انہیں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا جنہوں نے علی میاں کو عربی زبان و ادب ہی کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے رکھنے کا مشورہ دیا جو علوم شریعت کا سرچشمہ ہے۔"

1932ء میں علی میاں دوبارہ لاہور تشریف فرما ہوئے اور مولانا احمد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ قاسم العلوم کے باقاعدہ طالب علم بن گئے۔ یہاں سے فراغت کے وقت انہیں جو سند عطا کی گئی اس پر مولانا حسین احمد مدنی' مولانا شبیر احمد عثمانی' اور مولانا احمد علی صاحب رحمہم اللہ کے دستخط ثبت تھے۔ اس سند کی عبارت حضرت مولانا سید انور شاہ کاشمیری کی ترتیب دادہ تھی۔ 1936ء میں پھر لاہور آئے جس کے بارے میں ان کا بیان ہے کہ اپریل کے مہینے میں مولانا (احمد علی صاحب) کی ہدایت و ایماء پر میں کچھ دن صحبت و تربیت میں رہنے اور یکسوئی کے ساتھ ذکر و شغل کرنے کے لئے لاہور حاضر ہوا یہاں وہ مولانا مرحوم کی ہدایت کے تحت شاہی مسجد کے ایک حجرے میں علیحدہ مقیم رہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

یکم اگست 1934ء میں انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں چالیس روپے ماہانہ پر بحیثیت استاد تفسیر وادب کا کام شروع کیا اور آخر کار اپنے برادر بزرگ ڈاکٹر عبدالعلی کی وفات کے بعد 1961ء میں ندوہ کے ناظم منتخب کئے گئے۔

مولانا ابوالحسن ندوی نے درج ذیل ممالک کے سفر اختیار کئے۔ حجاز مقدس (حرمین شریفین) ' مصر' سوڈان' شام' فلسطین اور بیت المقدس' اردن' لبنان' ترکی' عراق' برما' کویت' یورپ' (جنیوا' برلن' پیرس' لندن' کیمبرج' آکسفورڈ' گلاسکو' ایڈنبرا)(اندلس میں) میڈرڈ ٹولیڈ' اشبیلیہ' قرطبہ' غرناطہ' نیپال' امریکہ' وسطی ایشیا' (سمرقند' بخارا' تاشقند) ایران' افغانستان' مراکش' قطر' سری لنکا' یمن' بنگلہ دیش' لکسمبرگ' الجزائر' ملائشیا۔

راقم الحروف کو مولانا کی زیارت کا دوبار شرف حاصل ہوا۔ پہلی مرتبہ اسلام آباد میں اور پھر لاہور میں' جب وہ حرمین شریفین کے سفر نامے کے عنوان پر منعقدہ بین الاقوامی سیمینار 25/24 اکتوبر 1997ء میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور افتتاحی اجلاس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ یہ سیمنار عالمی رابطہ ادب الاسلامی العالمیتہ جس کے بانی وہ خود تھے کی پاکستان شاخ کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا اور افتتاحی اجلاس کی صدارت' جناب فاروق احمد خان لغاری صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان نے کی تھی۔

اس موقع پر مولانا نے رابطہ ادب اسلامی کے پس منظر میں دعوت اسلامی کے طریق کار پر گفتگو کی اور اپنے قیام لاہور کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ان کی پندرہ سولہ سال کی عمر تھی۔ اپنے پھوپھا مولانا سید طلحہ صاحب کے پاس قیام پذیر تھے۔ ایک دن سید صاحب نے انہیں علامہ اقبال کے پاس لے گئے۔ جب حضرت علامہ کو بتایا گیا کہ "میں انکی ایک نظم کا عربی میں ترجمہ کرچکا ہوں تو انہیں یقین نہیں آیا۔ انہوں نے میرے امتحان کی خاطر کچھ اشعار عنایت کئے اور کہا کہ اس کا ترجمہ کرو میں نے فی البدیہہ ان کا عربی میں ترجمہ کر کے سنایا تو حضرت علامہ کو میری بات کا یقین آگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت بخشی کہ میں اقبال کو عرب دنیا میں متعارف کراؤں۔ اپنی سوانح اور اپنے خاندان کے بارے میں تاریخی دستاویز کاروان زندگی میں مولانا نے لکھا ہے کہ اس وقت میں نے اقبال کی نظم چاند کا ترجمہ کیا تھا اور علامہ مرحوم نے ان کو ملاحظہ فرمایا تھا۔ سیمینار میں مولانا نے اقبال کے بعض اشعار بھی پڑھے۔

دوران سیمینار حضرت مولانا علی میاں کا قیام جامعہ اشرفیہ میں رہا۔ ایک دن ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی صاحب محسن فارانی صاحب اور یہ ناچیز تمام ان کی زیارت کے لئے جامعہ اشرفیہ گئے مگر اس وقت مولانا قیلولہ فرما رہے تھے۔ البتہ ہماری ملاقات ان کے بھانجے مولانا سید محمد رابع ندوی سے ہوئی جو ان کے ہمراہ بھارت سے آئے ہوئے تھے۔ اور جو عالمی رابطہ ادب اسلامی مرکزی ناظم اعلی ہیں۔ انہوں نے عجیب بات سنائی کہنے لگے کہ بعض ہندو خود ہمارے پاس آکر کہتے ہیں کہ یہ برصغیر کے مسلمان حکمرانوں کی کوتاہی تھی کہ ہندوستان کی اکثریت اسلام قبول نہ کر سکی۔ اگر یہ حکمران کسی طرح ہندو اکثریت کو قبول اسلام پر آمادہ کر سکتے تو سارے مصائب کا خاتمہ ہو چکا ہوتا اور ہندو مسلمان کشمکش کی نوبت ہی نہ آتی۔

اسلام آباد میں مولانا علی میاں کی زیارت صدر محمد ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں ہوئی مرحوم صدر' حضرت کے بڑے عقیدت مند تھے۔ مولانا کراچی تشریف لائے ہوئے تھے تو صدر صاحب نے انہیں بالخصوص اسلام آباد آنے کی دعوت دی ان کے قیام کے دوران جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب نے اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں استقبالیہ دیا جس میں مولانا نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ہم ہندوستان کے مسلمان یہ سنتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد جاری ہے تو ہمیں بے پناہ مسرت ہوتی ہے آپ حضرات یہ سمجھ لیں کہ آپ نے اپنے اللہ سے ایک وعدہ کیا ہے اور اب اس وعدے کو نبھانا آپ کا فرض ہے اور اللہ کرے کہ آپ اس وعدے کو پورا کر سکیں کیونکہ جو قومیں اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے اسے وفا نہیں کرتیں ان کا انجام بہت برا ہوتا ہے مجھے پاکستان کے مسلمانوں کی نفاذ

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسلام کی کوششوں پر یقیناً" دلی خوشی ہے مگر جب میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر انہوں نے اس وعدے کو نہ نبھایا تو ان کا بحیثیت قوم انجام کیا ہوگا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

سوال یہ ہے کہ کیا اہل پاکستان مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ کے اس انتباہ پر سنجیدگی سے توجہ دے سکیں گے؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے کئے گئے اپنے وعدے کو نبھانے کی پر خلوص کوشش کریں گے؟ اور "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ کبھی عملی صورت اختیار کر سکے گا؟

بقیہ صفحہ 46 سے آگے

ایشیائی ممالک سے بہتر ہے برطانوی مصلح لکھتا ہے کہ آدمی اپنی غلطیوں کا ذمہ دار حضرت آدم کے زمانے سے عورت کو قرار دیتا آیا ہے جبکہ عیسائی معاشروں کی طرح اسلامی معاشرے میں بھی خواتین کو کم تر خیال کیا جاتا ہے۔ عربوں میں اسلام کی آمد سے قبل یہ رواج تھا کہ وہ اپنی شاعری میں اپنی محبوباؤں اور پسندیدہ خواتین کا ذکر کرتے تھے جبکہ اسلام نے اس سے منع کیا مگر آج کے اسلامی معاشرے میں خواتین کے بارے میں نفسیاتی جذبات زیادہ شدید ہیں دونوں معاشروں میں خواتین کے بارے میں ایک ہی جیسے خیالات ہیں کہ خواتین کو بیوی' داشتہ' غلام اور طوائف سمجھا جاتا ہے جبکہ خواتین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ شادی سے پہلے اپنی عصمت کو محفوظ رکھیں جبکہ جرمنی میں اصلاحات سے قبل بہت سے شہروں میں غیر شادی شدہ مردوں کے لئے الگ قحبہ خانے تھے تاکہ شہر کی پاکیزہ خواتین کی عصمتیں محفوظ رکھی جائیں' مسلم اور عیسائی معاشرہ خواتین کے فرائض پر متفق ہے کہ خواتین اپنے شوہروں کی مکمل اطاعت کریں گی۔ امام غزالی نے نو سو سال قبل لکھا کہ خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہروں سے محبت کریں ان کی مکمل اطاعت شعاری اختیار کریں اور صبر سے کام لیں آدمی اس بات پر بھی متفق ہوتے ہیں کہ شادی کے بعد گھر داری کی تمام ذمہ داری خواتین کی ہوتی ہے کھانا پکانا' کڑھائی' سلائی' صفائی وغیرہ اور دیگر کام خواتین کی ذمہ داری ہیں جبکہ گھر کے باہر کے تمام امور مرد کے ذمے ہوتے ہیں اور جب مرد گھر آئے تو خاتون اپنے شوہر کے جوتے اتارے' اس کو پانی گرم کرکے دے اس کے پاؤں دھوئے' اسے اچھا کھانا اور مشروب فراہم کرے۔ قدیم معاشروں میں خواتین کو کمتر مخلوق سمجھا جاتا تھا اور توقع کی جاتی تھی کہ خواتین کسی بات پر غور کریں نہ کچھ سوچیں' جبکہ ایک قدیم مقولہ ہے کہ خواتین کو تین کاموں مکاری' رونے اور کاتنے میں مہارت حاصل ہوتی ہے جبکہ چاسر کے زمانے میں بچوں کی دیکھ بھال' گھرداری اور چرچ جانا خواتین کی ذمہ داری تھی۔

فرمودہ اقبالؒ

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں
نہ چھوڑ اے دل فغان صبح گاہی
اماں شاید ملے اللہ ہو میں

ہر مرض کا شافی علاج کیا جاتا ہے
لاثانی دواخانہ
حکیم نور الحق
مطلب: نزد چوک جھال خانوآنہ ستیانہ روڈ' فیصل آباد فون 45413

www.naqshbandiaowaisiah.com

مولانا علی میاں کی رحلت، مسلمان عظیم اسکالر سے محروم ہو گئے

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، جنہیں دنیا مولانا علی میاں کے نام سے یاد کرتی ہے، 31 دسمبر کو دنیا سے پردہ فرما گئے، ان کیرحلت پر اخبارات نے ان کی خدمات کو خصوصی طور پر اجاگر کیا اسی سلسلہ میں روزنامہ "پاکستان" کا اداریہ قائین "المرشد" کی نذر کیا جاتا ہے

گزشتہ صدی کا سورج یوں ڈوبا کہ عالم اسلام کے ممتاز ترین مفکر اور عالم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا آفتاب حیات بھی اس کے ساتھ ہی غروب ہو گیا۔ وہ پچاسی سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ سینے میں درد محسوس ہوا اور دل نے ساتھ چھوڑا دیا۔ معالجین کے آنے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے..... رہے نام اللہ کا۔

مولانا کا تعلق ضلع رائے بریلی (لکھنو) کے حسنی قطبی سادات کے خانوادے سے تھا۔ یہ خاندان ساتویں صدی ہجری میں ہجرت کر کے ہندوستان آیا اور یہیں آباد ہو گیا۔ مولانا ابوالحسن علی دنیا جنہیں علی میاں کے نام سے جانتی اور یاد کرتی ہے، 1914ء میں پیدا ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیت کے بل پر عالم شباب ہی میں نامور مصنفین اور مفکرین میں ان کا شمار ہونے لگا۔ انہوں نے ندوۃ العلما میں تعلیم بھی پائی اور اسکے مہتمم بھی مقرر ہوئے۔ وہ پورے عالم اسلام کے درمیان ایک پل تھے۔ ان کی عربی تحریر پر اہل زبان ناز کرتے تھے، تو اردو تحریر بھی اپنی مثال آپ تھی۔ وہ مورخ بھی تھے اور محقق بھی، مفسر بھی تھے اور مفکر بھی۔ انکی ذات ہر جگہ محترم تھی۔ ہر مسلمان ملک میں ان کے عقیدت مند موجود ہیں اور ہر جگہ کے اہل علم ان سے تعلق کو باعث فخر خیال کرتے ہیں۔

برسوں پہلے علی میاں نے علامہ اقبال پر معرکے کی ایک کتاب "روائع اقبال" کے نام سے عربی میں لکھی، اور اقبال اور کلام اقبال کو عالم عرب کے علمی حلقوں سے متعارف کروانے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ رشید احمد صدیقی کے بقول "مولانا پہلے عالم دین ہیں جس نے موجودہ صدی کی اردو شاعری کے سب سے بڑے نمائندہ اور عظیم شاعر اقبال کی شاعری اور شخصیت کا مطالعہ غیر معمولی شوق اور بصیرت سے کیا ہے بیشتر علماء ہر جدید کو بالعموم مشتہ، ورنہ بڑی احتیاط سے دیکھنے کی طرف مائل رہے ہیں۔ علمائے کرام کو اقبال کے سمجھنے کی کوشش ناخوان کیلئے نہایت ضروری اور نیک فال ہے، اس لئے کہ اب مذہب اور زندگی کی تفہیم اسی طرح اور اسی سیاق و سباق میں کی جائے گی جو اقبال کے یہاں ملتی ہے۔ سید صاحب کا ذہن جدید ذہن کے تقاضوں سے آشنا ہے اور اس کا لحاظ رکھتا اور احترام کرتا ہے۔" اس کتاب کا اردو ترجمہ "نقوش اقبال" کے نام سے ہوا، ان کا شمار چوٹی کے اقبال شناسوں میں ہونے لگا۔

مولانا خود لکھتے ہیں۔ ہمیں یہ بات کھٹکتی تھی کہ ٹیگور، اقبال کے مقابلے میں بلاد عربیہ میں زیادہ روشناس ہیں اور مصر و شام وغیرہ کے ادیب ان کے عام طور پر گرویدہ ہیں۔ ہم اس صورتحال کو اپنی ہی کوتاہی کا نتیجہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اقبال کو متعارف نہیں کرایا۔ عربی مجلات میں ٹیگور وغیرہ پر جب کبھی ہم تعریفی مقالات دیکھتے تو اقبال کے عربی ترجمہ کا عزم تازہ ہو جاتا اور اسے اپنے ذمہ قرض امانت سمجھنے لگتے علامہ اقبال کی وفات سے چند ماہ پہلے جب کہ ان کی عمر صرف 25 سال تھی وہ ان سے ملے اور ان سے کلام اقبال کے عربی ترجمے کی باقاعدہ اجازت حاصل کی۔ اس ملاقات میں اقبال نے پاکستان (مسلمانوں کے ایک الگ وطن) کے متعلق کہا "جو قوم اپنا ملک نہیں رکھتی وہ اپنے مذہب کو بھی برقرار نہیں رکھ سکتی۔ دین وتہذیب حکومت و شوکت ہی سے زندہ رہتے ہیں اس لیے پاکستان ہی مسلم مسائل کا واحد حل ہے اور یہی اقتصادی مشکلات کا حل بھی ہے" مزید فرمایا شیخ احمد سرہندی کی اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

اورنگ زیب عالمگیر کا وجود اور ان کی جدوجہد نہ ہوتی تو ہندوستانی تہذیب اور فلسفہ اسلام کو نگل جاتا۔"

مولانا علی میاں کتاب اور قلم کے آدمی تھے علم اور عمل کے میدان کے شہسوار تھے۔ سیاسی معاملات سے الگ تھلگ تھے۔ کسی سیاسی جماعت میں شامل نہیں ہوئے۔ ہاں مسلمانوں کی تہذیب اور تاریخ کی حفاظت میں کمر بستہ رہے۔ ہندوستانی تہذیب ہو یا مغربی وہ ان کے حملے پسپا کرتے رہے پاکستان قائم ہوا' تو ان کی دعائیں اس کے لئے وقف ہو گئیں۔ یہاں آکر ایک بار کہا"سلطنت عثمانہ کے بعد عالم اسلام کا کوئی ملک اور ملت اسلامیہ کا کوئی شعبہ اور کوئی خاندان اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ عالم اسلام کے کسی مسئلے میں اپنا سیاسی وزن ڈال سکے۔ یہ خدمت پاکستان (اگر وہ ان شرائط کو پورا کرے' جو ایک صحیح اسلامی ریاست کے لئے ضروری ہیں) انجام دے سکتا ہے۔"

لاہور سے ان کو خصوصی انس تھا۔ لڑکپن میں حصول تعلیم کے لئے وہ یہاں مقیم رہے تھے۔ لکھتے ہیں"لاہور میرے لئے لکھنو رائے بریلی کے بعد سب سے زیادہ مانوس شہر تھا میں نے وہاں اپنی طالب علمی کی بھی ایک خوشگوار مدت گزاری اور مختلف موقعوں پر کئی کئی مہینے کا طویل قیام بھی کیا' اس لئے میرے بچپن' جوانی' استفادہ علمی' واستفادہ روحانی کی بہت سی عزیز یادیں وابستہ تھیں۔ شاد عظیم آبادی کا یہ شعر میرے حسب حال تھا۔

ہوں اس کوچہ کے ہر ذرہ سے آگاہ
ادھر سے مدتوں آیا گیا ہوں"

مولانا کی ذات مسلمانان ہند کا بڑا سہارا تھی۔ پرسنل لاء کے تحفظ کی مہم انہوں نے بڑی کامیابی سے چلائی۔ ان کی ذات پر ہر جماعت اور ہر گروہ کو اعتماد تھا۔ ان کا احترام کیا جاتا اور انکی بات کو پوری توجہ سے سنا جاتا۔ اہل اقتدار بھی ان کے نقطہ نظر کو وزن دینے سے انکار کر سکتے تھے۔ بھارت میں نصاب تعلیم کو "ہندو اثرات" سے محفوظ رکھنے اور اسے سیکولر ازم کے تقاضوں کے مطابق کسی مذہب کی ترویج کا ذریعہ بننے نہ دینے پر بھی ان کا زور رہا اور ان کی فراست نے کئی جگہ ہندو اکثریت کی بے لگامیوں کے سامنے دیوار کھڑی کر دی۔

علی میاں کے انتقال سے پاکستان اپنے ایک مخلص خیر خواہ اور دعاگو' مسلمانان ہند اپنے سچے خادم اور عالم اسلام اپنے ایک بے مثال فرزند سے محروم ہو گیا ہے۔ وہ جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی تہذیب کے ترجمان اور پاسبان تھے۔ وہ رخصت ہوئے ہیں تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ رابطے کی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کے وہ بانیوں میں سے تھے۔ انہیں ان کی خدمات پر شاہ فیصل ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ شاہ فیصل ان کا احترام کرتے اور خصوصی ملاقاتوں میں ان کے تجزیئے سے استفادہ کرتے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کو بھی ان سے خصوصی ربط تھا۔ مولانا ان کے عہد میں جب بھی پاکستان آتے' ان کا استقبال بڑے اہتمام سے ہوا۔ ایک بار انہوں نے کراچی سے اسلام آباد آنے سے معذوری ظاہر کی تو جنرل صاحب خود ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان کے اعزاز میں ظہرانہ دیا اور دامن ان کی دعاؤں سے بھر کر واپس روانہ ہو گئے۔

مولانا علی میاں گزشتہ سال پاکستان آئے تو لاہور میں کئی دن قیام فرمایا۔ ان کی صحت کی حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ شاید سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکیں۔ گزر جانے والی صدی کا یہ بطل جلیل اس دنیا سے رخصت ہوا' تو پاکستان ٹیلی ویژن نے اسے ایک غیر اہم خبر کے طور پر نشر کیا اور چند الفاظ میں نبٹا دیا۔ جنوبی ایشیاء کی مسلم تہذیب کے امین..... پاکستان..... کے منصب داروں میں سے کسی کو حرف تعریف ادا کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔ انگریزی میڈیم فرزندان پاکستان کو شاید یہ خبر ہی نہیں ہوئی کہ علی میاں کون تھے اور ان کے رخصت ہونے سے ہم کس سرمائے سے محروم ہو گئے ہیں۔

علی میاں تو اپنے الفاظ اور افکار کی بدولت زندہ رہیں گے اور اپنے قارئین کو زندگی کا سامان فراہم کرتے رہیں گے..... موت تو ان کے لئے ہے کہ جن کا تعارف بھی اپنی تہذیب سے نہیں ہے' اور اپنی تاریخ سے نہیں ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

یوم دعا

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مقام دارالعرفان منارہ مورخہ 29-10-99

بسم اللہ الرحمن الرحیم○ الحمدللہ اللہ جل شانہ نے اپنی رضا کے لئے 'اپنی یاد کے لئے' اپنے بندوں کے احوال کو ارتبات بست و کشاد تک پہنچانے کے لئے ہمیں حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔ ہم کسی سیاسی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتے کسی پر تنقید ہمارا مقصد نہیں ہے کسی کی تعریف یا خوشامد ہمارا مسلک نہیں ہے لیکن ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ وطن عزیز میں جب اتنی بڑی تبدیلی آئی ہے تو ملک کو' قوم کو' عام شہری کو' عام آدمی کو' غریب کو' مفلس کو' دیہاتی کو' کسان کو اس کا فائدہ پہنچنا چاہئے۔ ہمارے ہاں ہماری باون سالہ تاریخ کا زیادہ عرصہ فوجی حکومتوں کے زیر سایہ بسر ہوا ہے اور اس بات پہ ناراضگی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے تنقید بھی کی جاتی ہے یہ بار بار امور سلطنت میں فوجی مداخلت آخر اس ملک کا مقدر کیوں ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اپنے ہی ملک کی فوج کبھی آتی نہیں ہے لائی جاتی ہے اسے مداخلت کے لئے مجبور کر دیا جاتا ہے حالات اس درجے پہنچ جاتے ہیں۔ یاد رکھیں فوج کبھی فسٹ ایڈ نہیں ہوتی فوج ہمیشہ لائف سیونگ ڈرگ ہوتی ہے۔ آخری علاج ہوتی ہے جب زندگی اور موت کا مسئلہ آتا ہے جب ملک کی بقا خطرے میں پڑتی ہے جب لوگوں کی آزادی خطرے میں پڑتی ہے تب فوج مداخلت کرتی ہے اور کتنے دکھ کی بات ہے کہ اٹھاون سے لیکر ننانوے تک ہمارے سیاسی قائدین میں یہ گستاخی کرنے پر معذرت چاہتا ہوں اور بصد ادب و احترام سب کا احترام پیش نظر ہے لیکن حقائق حقائق ہیں ہمارے سیاسی قائدین کی یہ ناکامی ہے کہ ہر بار فوج کو مداخلت کرنا پڑتی ہے۔ ہمارے ساتھ ہندوستان بھی ایک ملک ہے جو ہمارے ساتھ آزاد ہوا تو کروڑوں کی آبادی ہے اور ہم سے کئی گنا بڑی فوج ہے اور کئی گنا زیادہ جرنیل ہیں تو فوج ایک دفعہ بھی نہیں آئی کیوں نہیں آئی وہ اچھے یا برے جیسے بھی ہیں اپنے مالک کے سیاسی حالات کو چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں ہمارے یہاں ہمارے سیاسی قائدین کی ناکامی کا ثبوت یہ ہے ایجی ٹیشن کرنے والے حضرات کو میں یہ دعوت دیتا ہوں کہ آج بھی عام آدمی کے ٹرک کے پیچھے جنرل ایوب خان کی تصویر کیوں نظر آتی ہے کسی سیاسی رہنما کی تصویر کیوں نظر نہیں آتی۔ کیا یہ ایک خاموش ثبوت کافی نہیں ہے کہ ہمارے ہاں کے سیاست دان اور سیاسی جماعتوں کے قائدین محترم' اپنے سارے احترام کے باوجود ملک کو سیاسی قیادت سیاسی رہنمائی اور سیاسی عمل کو جاری رکھنے میں بار بار ناکام ہوتے ہیں کیوں ناکام ہوتے ہیں؟ اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ بنیادی وجہ جاگیرداری ہے۔ ہمارا ملک آزادی سے لیکر آج تک ۰ انہی جاگیرداروں کے قبضے میں ہے جن جاگیرداروں کو انگریز نے اپنی آمریت قائم رکھنے کیلئے 'اپنی سلطنت' حکومت' قائم رکھنے کیلئے جن جاگیرداروں کو خریدا جنہوں نے ایمان بیچا قوم بیچی شہداء کا خون بیچاء وطن کی آبرو بیچی قوم کی آزادی بیچی اور اس کے صلے میں انگریز سے جاگیریں لیں۔ ہمارا موقف آج بھی یہ ہے کہ جب تک یہ جاگیردار رہیں گے اس وطن میں سیاسی عمل کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہونی چاہئے کہ جو جاگیریں انگریز نے غداری کے صلے میں عطا کی تھیں وہ قوم کی امانت ہیں اور بیت المال کو واپس کی جانی چاہیئیں۔ حضرات گرامی کون نہیں مانتا کہ جاگیرداروں کے ساتھ سرمایہ دار شامل ہوگئے اور مدتوں سے ملک کے سیاسی افق پر جاگیردار اور کارخانہ دار سرمایہ داروں کا تسلط ہے۔ الاخوان کی گزارش یہ ہے موجودہ قیادت

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے کہ فوجی حکومتیں آئیں اور بڑے بڑے اچھے طریقے سے انہوں نے نظم و نسق چلایا لوگوں کو انصاف دیا امن قائم کیا دہشت گردی ختم کی لیکن یاد رہے کہ آج تک آنے والے کسی مارشل لاء نے ادارے نہیں بنائے۔ جنرل محمد ایوب خان نے بہت پر سکون حکومت کی اور پاکستان میں جتنی تعمیر کہیں نظر آتی ہے اس کے عہد کی یادگار ہے ڈیم بنائے پاور ہاوسز بنائے لیکن اداروں کو نہیں بنا سکے انسٹیچوشن نہیں بنا سکے ادارے ویسے کے ویسے ہی رہے جب فوجی حکومت گئی اس کے بعد وہی تباہی آ گئی یحییٰ خان آئے انہیں اپنا ہوش نہیں تھا قوم کو کس وقت یاد کرتے۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے تاریخ میں پہلی دفعہ کسی سویلین نے مارشل لاء کا سربراہ بن کر مارشل لاء انجائے کیا۔ لیکن کوئی ادارہ ملک میں سلامت نہ ہو سکا اس کے بعد جنرل ضیاء الحق آ گئے مجھے یہ کہنے میں کوئی باق نہیں ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں جتنے حکمران آئے ذاتی زندگی میں وہ سب سے نیک اور صالح انسان تھے۔ پر امن عہد تھا لوگ یاد کرتے ہیں لیکن کسی ادارے کی اصلاح نہ ہو سکی۔ ادارے' سسٹم کے اور نظام کے محتاج ہوتے ہیں جب تک نظام میں بنیادی تبدیلیاں نہیں لائی جاتیں تب تک اداروں کی عزت و حرمت بحال ہونا ممکن نہیں ہے۔ عام آدمی' غریب آدمی' مزدور آدمی اور کسان اس بات کا مستحق ہے کہ ملکی وسائل میں اس کا بھی حصہ ہو اور اسے بھی دیا جائے جب کہ ہو یہ رہا ہے کہ کم و بیش ستر فیصد نظر نہ آنے والے ٹیکس ملک میں لگ چکے ہیں کپڑے پر ادویات پر اغذیہ پر کھانے پینے کی چیزوں پر' اگر کوئی آدمی سو روپیہ لے کر بازار جاتا ہے تو اسے جو چیز بدلے میں ملتی ہے وہ تیس روپے کی ہوتی ہے ستر روپے ٹیکسوں میں جاتا ہے۔ ستر فیصد ٹیکس دینے کے بعد غریب کے بچے کے لئے پڑھنے کے لئے سکول نہیں ہے' علاج معالجے کے لئے ہسپتال نہیں ہے' فریاد کے لئے کوئی عدالت نہیں ہے' قانون موم کی ناک بنا ہوا ہے' طاقتور اور تکڑے لوگ جو جی چاہیں کریں قانون کو نظر ہی نہیں آتے۔غریب بے قصور بھی پھنس جائے تو اس کے بری ہونے تک اس کے کوٹھے' اس کے مرلے زمین کے' نیلام ہو چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہماری گزارش یہ ہے کہ اس دفعہ کی فوجی حکومت صرف حکومت نہ کرے بلکہ اس قوم پر احسان کرے اس ملک پر احسان کرے یہ فوج کی ذمہ داری ہے کہ قوم اور ملک کی ضرورتوں کو اور ان کے تحفظ کو یقینی بنائے تو بنیادی طور پر معاشیات میں وہ اصلاح کی جائے کہ معاشی وسائل عام آدمی تک بھی پہنچیں۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ چودہ کروڑ پاکستانی مسلمان چھیالیس ارب ڈالر کے مقروض ہیں اور تین سو پاکستانیوں کاغداروں کا جاگیرداوں کا سرمایہ داروں کا ڈیڑھ سو ارب ڈالر سرمایہ غیر ملکی بنکوں میں پڑا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ چھیالیس ارب ڈالر تو باہر سے قرضہ آیا وہ لے گئے' سو ارب ڈالر یہاں سے لوٹ کر باہر لے گئے ہماری گذارش یہ ہے کہ جن لوگوں نے ملک کی رگ جاں سے خون نچوڑ کر ملکی اور غیر ملکی بنکوں اور غیر ملکی اقوام کی رگوں میں دوڑایا ان کے سارے خاندانوں کو ایرسٹ کیا جائے۔ ان کی جائیدادیں نیلام کی جائیں ان کی کوٹھیاں نیلام کی جائیں ان کی گاڑیاں نیلام کی جائیں اور انہیں مجبور کر دیا جائے کہ جب تک باہر سے سرمایہ واپس نہیں لاتے ان کے ایک بچے کو بھی رہا نہ کیا جائے۔ ہماری گزارش تو یہ ہے کہ چوکوں میں پنجرے بنائے جائیں اور جن لوگوں کا سرمایہ غیر ملکی بنکوں میں ہے انہیں ان پنجروں میں رکھا جائے ہم بھی دیکھیں کہ یہ کون ہیں حکومت ان کی روٹی روزی سے بے نیاز ہو جائے ہم انہیں روٹیاں دیا کریں گے۔ اور دیکھنے جایا کریں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ وہ کتنا عرصہ ان پنجروں میں گزارتے ہیں یہ شیش محلوں کے رہنے والے ایک رات گزارنے کی بجائے سارا غیر ملکی چیک لکھ کر دیں گے کہ منگوایا جائے اور خدا کے لئے پاکستان کا لوٹا ہوا سرمایہ واپس پاکستان میں لایا جائے۔

پاکستان زرعی ملک ہے جب کہ کاشتکاروں کو صرف کھاد پر جو ٹیکس لگائے گئے ہیں ان کا اندازہ کر لیجئے' ادویات جو فصلوں پر چھڑکنے کے لئے دی جاتی ہیں۔ ان کی ریشو یہ ہے کہ چودہ سو فیصد سے اگر کم منافع ہو تو کمپنیاں دوائی بنانا چھوڑ دیتی ہیں اور اس ظلم کے بعد پھر جب ملتی ہے تو وہ نقلی ہوتی ہیں اصلی نہیں۔ کھاد کی بوری

www.naqshbandiaowaisiah.com

آپ سات سو روپے کی لیکر آتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں آدھی مٹی بھری ہوئی ہے نقلی ہے ٹریکٹر خریدنا تو دور کی بات چار گھنٹے کا کام قیمتاً کروانا پڑے تو چار سو اسی روپے دینے پڑتے ہیں کون پورے کر سکتا ہے۔ زرعی وسائل کو عام آدمی کی دسترس میں لایا جائے۔ اور ان چیزوں کو ٹیکسوں سے مستثنیٰ لیا جائے اگر مستثنیٰ نہیں ہو سکتے تو کم از کم ٹیکس میں پچاس فیصد رعایت تو دی جائے کہ غریب آدمی کی رسائی میں تو آ جائے۔

جس ملک اور جس قوم کا غریب آدمی ملکی وسائل میں حصہ دار نہیں ہوتا وہ ہمیشہ غضب الٰہی کا شکار رہتی ہے میں نے میاں صاحب سے گزارش کی تھی جب انہوں نے مجھ سے دہشت گردی کے موضوع پر بات کی تو میں نے کہا حضور یہ عذاب الٰہی ہے عام آدمی تک رزق پہنچائیں غریب آدمی کا پیٹ بھرے گا تو دہشت گردی رک جائے گی اور جب تک لوگوں کے بچے بھوک سے تڑپیں گے لوگوں کے بوڑھے ماں باپ دوا کر ترستے ہوئے مریں گے لوگوں کی بیٹیوں کے سر پر دوپٹہ دینے کے لئے ان کے پاس کچھ نہیں ہو گا تو وہ لڑیں گے بھی لوٹیں گے بھی اور غدار انہیں دو دو سو میں خرید کر ان سے تشدد بھی کروائیں گے کسی پر تنقید مقصود نہیں ہے ہم نے تو مقدور بھر کوشش کی اور اب بھی وہ گیارہ نقاط لکھے ہوئے موجود ہیں جو گذشتہ حکمرانوں کے لئے تھے خدا کے لئے ان باتوں پر غور فرمایئے اور اس قوم پر اور اس ملک پر رحم کیجئے تاکہ اللہ آپ پر بھی رحم کرے۔ ہم آج بھی کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ بھی انصاف کیا جائے آج بھی یہ کہتے ہیں کہ سیاست دانوں کے ساتھ بھی لٹیروں کے ساتھ بھی ڈاکوؤں کے ساتھ بھی انصاف ضرور کیا جائے انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں ظلم انصاف سے رکتا ہے ظلم ظلم کرنے سے بڑھتا ہے رکتا نہیں۔ لیکن انصاف کے تقاضوں میں رعایت کرنا انصاف کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ انصاف وہ ہوتا ہے جو اللہ کی رضا کے لئے ہو اور اس میں کسی کی سفارش داخل نہ ہو۔ بنیادی بات ہے کہ وسائل میں عام آدمی کی شراکت کو یقینی بنایا جائے۔

ہماری دوسری گزارش یہ ہے کہ جب سے ملک آزاد ہوا نہ اس کا اپنا کوئی نظام بنا اور نہ اس کا نظام تعلیم بنا جو نظام لارڈ میکالے نے انگریزی ریاست کو بابو مہیا کرنے کے لئے' دفتری لوگ مہیا کرنے کے لئے ترتیب دیا تھا آج تک وہی چل رہا ہے اور آج بھی ہمارے سکولوں میں جن میں ہمارے بچے پڑھتے ہیں جن میں میرے بچے پڑھتے ہیں جن میں آپ کے بچے پڑھتے ہیں ان سکولوں سے پڑھ کر سوائے بابو اور کلرک کے آگے کچھ نہیں بن سکتا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک ملک کے رہنے والے کچھ لوگوں کے لئے تو ایچی سن کالج ہے برن ہال ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے اس درخت کے نیچے سکول ہے جہاں کبھی ماسٹر ہے کبھی نہیں ہے کبھی ٹاٹ نہیں اور کبھی تختی نہیں۔ کبھی کوئی چیز ہے اور کبھی نہیں ہے۔ کیا جو لوگ اپچی سن میں پڑھتے ہیں وہ آسمانوں سے اترے ہیں یا کسی اور ملک کی مخلوق ہیں۔ اگر قوم کے سامنے موجودہ حکومت موجودہ سیٹ اپ رائیونڈ کا سکول ٹی۔ وی پر ہی دکھا دے تو پتہ چل جائے گا کہ اس قوم کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ نظام تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں اور نصاب تعلیم کی بنیاد اسلامی نظریات پر رکھی جائے۔ دنیا کی اقوام میں تعلیم کی بنیاد نظریات اور آئیڈیالوجی پر ہوتی ہے میں نے وہ مووی دیکھی تھی جس میں جنرل میکارتھر شہنشاہ جاپان سے سرنڈر کراتا ہے اس میں شاہی محل میں اکیلا جنرل میکارتھر داخل ہوتا ہے اور ایک بلند سی کرسی لا کر رکھی جاتی ہے جو عام کرسی ہے لیکن اس کی پشت چھ فٹ بلند ہے بادشاہ کے لئے تھی اور ایک ترجمان بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے شہنشاہ جاپان آ کر کرسی پہ بیٹھتا ہے اور جنرل سے ایک بات کہتا ہے کہ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم سرنڈر کریں گے لیکن ہماری ایک شرط ہے اگر وہ شرط منظور ہو گی تو ہم سرنڈر کریں گے اگر نہیں منظور ہو گی تو آپ کو جاپان کا آخری آدمی بھی قتل کرنا ہو گا آخری شہر بھی جلانا ہو گا سرنڈر نہیں کریں گے میکارتھر کے اپنے الفاظ ہیں کہ میں ایک دفعہ لرز گیا کہ کتنی بڑی شرط شہنشاہ پیش کرنے والا ہے اس نے کہا ارشاد فرمایئے۔ اس نے کہا ایک شرط ہے ہمارے نظام تعلیم میں آپ لوگ مداخلت نہیں کریں گے وہ کہتے ہیں میں حیران ہو گیا

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہ اتنی چھوٹی سے بات اس نے کہا حضور آپ اپنا نظام تعلیم جاری رکھئے شہنشاہ کی اس بات کا اندازہ کیجئے کہ چند سالوں میں اسی امریکہ کو امریکہ میں جاکر جاپان اس کی مارکیٹ کو بیٹ کر گیا۔ اس لئے کہ اس کا نظام تعلیم اپنا تھا اس کی آئیڈیالوجی اپنی تھی۔ مجھے جاپان میں باتیں کرنے کا اتفاق ہوا جاپانیوں کو انگریزی آتی ہوتی ہے بات جاپانی میں کرتے ہیں انگریزی میں نہیں کرتے جرمنی میں میں گیا جرمنوں کو انگریزی آتی ہے بات جرمنی میں کرتے ہیں انگریزی میں نہیں کرتے۔ یا اشارے سے کر لیتے ہیں اگر آپ کو جرمنی نہیں آتی انگریزی میں بات کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے کہ ہر قوم کی ایک اپنی آنر' اپنا نظریہ جو بنیاد سے' پریپ سے 'پہلی جماعت سے بچوں میں ودیعت کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں انگریزی تسلط ایسا ہے کہ ہم انگریزی میں بات کرنا فخر سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہمارا ذاتی کوئی نظریہ نہیں ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو مصر اور اس کے ساتھ ممالک ہیں عرب میں کیسے آگئے وہ تو افریقہ میں ہیں اردن عرب کیسے ہو گیا عراق کیسے عرب ہو گیا یہ تو جزیرہ نمائے عرب سے باہر ملک ہیں صرف اس لئے کہ انہوں نے شروع سے زبان عربی اختیار کرلی۔ قرآن کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان قومی زبان قرار دے دی گئی آج وہ سارے بھی عرب کہلاتے ہیں اور ہم جن کی اکثریت اس ملک میں عربی النسل ہے ہم غیر ملکی ہو گئے۔ غیر زبانوں کی وجہ سے۔

نظام تعلیم کی اصلاح فرمائی جائے اور اس میں بنیاد اسلامی نظریات و عقائد پہ رکھی جائے تاکہ ہمارے نظام تعلیم سے پڑھ کر نکلنے والا بچہ مسلمان ڈاکٹر ہو مسلمان انجینر ہو مسلمان سائیسٹ ہو۔ دنیا کا ہر فن پڑھایا جائے لیکن اسے مسلمان بھی بنایا جائے۔ پورے ملک میں ایک نصاب بنایا جائے تاکہ کوئی بچہ اس شہر سے اس شہر میں اس صوبے سے اس صوبے میں اس ضلع سے اس ضلع میں جائے اسے کوئی پریشانی نہ ہو جو تعلیم یہاں جاری ہے وہ وہاں جاری رہے۔

اور نہایت اہم بات جو صرف فوجی قیادت کر سکتی ہے اول و آخر تمام سکولوں کا معیار بنایا جائے کسی کے لئے ایچی سن نہ ہو کسی کے لئے اجڑا ہوا سکول نہ ہو پوری قوم کے لئے تعلیم کا ایک معیار ایک نصاب اور سارے نظام تعلیم میں اسلامی عقائد کو بنیاد قرار دیا جائے۔ کیا آپ متفق ہیں اس بات سے کہ یہ ہماری بنیادی ضرورت ہے تاکہ آپ کی آنے والی نسلیں صرف ڈاکٹر صرف انجینئرز صرف سائنٹسٹ نہ ہوں مسلمان ڈاکٹرز مسلمان انجینئرز مسلمان سائنس دان ہوں۔ اسلام سے خائف نہ ہوں معذرت خواہانہ اسلام نہ ہو بلکہ اسلام پر فخر کرنا سیکھیں ہماری اولادیں' ہماری تیسری اور نہایت دردمندانہ گذارش ہے کہ جس قوم میں انصاف بھی خریدا اور بیچا جاتا ہو کیا ایسی قومیں تختہ زمیں پر سلامت رہتی ہیں۔ نبی علیہ الصلوا ۃ والسلام صلی اللہ علیہ وسلم

فداہ ابی و امی آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک خاتون چوری کے الزام میں پکڑی گئی اور چوری ثابت ہو گئی۔ اچھے خاندان کی بچی تھی معزز گھرانے کی بچی تھی بہت سے سربر آوردہ لوگ جمع ہو کر حاضر خدمت ہوئے قبیلے کے بڑے حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ جتنا جرمانہ جو سزا دی جائے وہ ہم منظور کرتے ہیں از راہ ترحم اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے آئندہ کی ضمانت بھی دیتے ہیں چوری نہیں کرے گی اگر ہاتھ کٹ گیا تو کٹا ہوا ہاتھ جب تک یہ بچی زندہ رہے گی بلکہ اس کے بعد بھی پورے قبیلے کی بدنامی کا سبب ہو گا۔

حضور علیہ الصلوا ۃ والسلام نے بڑے سکون سے ان کی گذارش سنی نہایت دھیمے لہجے میں ارشاد فرمایا کہ لوگو! تمہیں معلوم ہے پہلی امتیں کیوں ہلاک ہوئیں اس لئے کہ جب بااثر لوگ جرم کرتے تھے ان سے رعایت برتی جاتی تھی اور جب غریب جرم کرتے تھے تو وہ سزا پاتے تھے۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس رب کو گواہ کرتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہ بھی مجرم ثابت ہوتی میں محمد ﷺ اس کا ہاتھ کٹوا دیتا۔

ہماری گذارش یہ ہے کہ انصاف کا نام جو منڈی کی زینت بن چکا ہے جو نیلام ہو رہا ہے جو بیچا اور خریدا جاتا ہے اسے واقعی انصاف بنایا جائے اور عدالتی نظام کی اصلاح کی جائے۔ عدالت کے معزز ایوانوں میں جو لوگ کردار سے عاری ہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

جو لوگ رشوتیں لیتے ہیں جو لوگ سفارشیں سنتے ہیں ایسے لوگوں سے عدالتوں کے معزز ایوانوں کو پاک کیا جائے عدالتوں میں وہ بندے بٹھائے جائیں جو محض اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں اسی نظام کی اصلاح کی جائے پولیس کا محکمہ مجرموں کو گرفتار کرنے کے لئے تو ہوتا ہے جرائم کی تحقیق کرنا پولیس کا کام نہیں ہے تفتیش پولیس سے واپس لے لی جائے۔ تفتیش کے لئے مجسٹریٹوں کو مقرر کیا جائے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ چھوٹا سا ضلع ہے چکوال پانچ چھ مجسٹریٹ تو یہاں جلوہ افروز ہیں جہاں جرم ہوتا ہے مجسٹریٹ تشریف لے جائے ایک دن وہاں بیٹھ کر دیکھیں ایک رات گزار کر دیکھیں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور اسے موقع پر شہادتیں مل جائیں گی کہ یہ جرم کس نے کیا ہے۔ اسے مختصر کیا جائے اس میں سالوں تاریخیں پڑتی رہتی ہیں اس مجسٹریٹ کو اختیار ہو کہ اگر اس کی اپنی جیورس ڈیکشن میں آتا ہے تو وہیں لوگوں کے سامنے فیصلہ کرے اگر اس سے بالا تر ہے تو فائل بنا کر سیشن میں پیش کرے اور سیشن میں دوبارہ شہادتیں نہ بلائی جائیں بلکہ اسی فائل کا مطالعہ کر کے ایک ہفتہ مجسٹریٹ کو دیا جائے اور اگلے ہفتے میں سیشن جج اس کا فیصلہ سنا دے۔ پندرہ دنوں میں مجرم کو سزا اور بے گناہ کو بری کر دیا جائے ہائی کورٹ کی اپیل کی اجازت دی جائے لیکن ہائی کورٹ کو اختیار دیا جانا چاہئے کہ وہ ہر مقدمے میں یہ ریمارکس دے کہ یہ کیس پیچیدہ ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس پر سپریم کورٹ بھی نظر ڈال لے لہٰذا اپیل کی اجازت دی جاتی ہے اور جس مقدمہ میں ہائی کورٹ کی تشفی ہو اپیل کی اجازت ہی نہیں ہونی چاہیئے۔ جو قتل کرتا ہے جو کسی کی جان لیتا ہے جو کسی کا خاندان اجاڑتا ہے وہ تیس دنوں میں اسی موقع پر جہاں اس نے قتل کیا ہے وہیں لا کر اسے قتل کیا جائے۔ اگر انصاف ہو گا تو رب العالمین ایک ایک بندے کی حفاظت فرمائیں گے اور دہشت گردوں کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا۔۔ ہمارے ہاں انصاف کے نام پر اتنا لمبا فاصلہ بنا دیا گیا ہے کہ جس میں سالوں گزر جاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے یہاں قریب کے ایک گاؤں کا کیس دو آدمیوں نے ایک بندہ قتل کر دیا 1972ء میں میں وہ دو بندے 1984ء میں پھانسی لگائے گئے۔ انصاف ہو گیا دو بندوں نے بندہ قتل کیا تھا دونوں پھانسی پر جھول گئے۔ان کا قتل کرنا جرم تھا انہیں پھانسی دینا انصاف تھا لیکن جو بارہ سال انہوں نے جیل میں گزارے یہ کس جرم کی سزا ہے بارہ سالوں میں ان کی بیٹیں بک گئیں یہ کس جرم کی سزا ہے ان کی بیویاں تھانوں میں اور وکیلوں کے پاس رل گئیں اور ان کی اولاد آوارہ ہو گئی یہ کس جرم کی سزا ہے بارہ برسوں میں دو خاندان اجڑ گئے بچے جیب کترے ڈاکو اور لٹیرے بن گئے اور بیٹیاں بیسوا کہلائیں یہ کس جرم کی سزا ہے اس بارہ سالوں کو بارہ دنوں پہ لایا جائے انصاف کو فوری اور سہل الحصول بنایا جائے جو انصاف تاخیر سے ملتا ہے وہ کبھی انصاف ہوتا ہی نہیں انصاف کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ بیس سال بعد ملے۔ پھر وہ انصاف نہیں کہلاتا وہ بیس سال کا ظلم اس کے ساتھ شامل ہو کر اس کی چمک دمک کو ماند کر دیتا ہے ہماری گزارش یہ ہے کہ عدالتی نظام کی اصلاح کی جائے تو وکیل صاحب کہتے ہیں۔ یہ تو پولیس کی فائل ہے اسے اٹھا کر ادھر رکھ دو اور واقعی رکھ دی جاتی ہے جب اس کی کوئی قیمت نہیں ہے تو آپ نے دو سال کیوں ضائع کیئے یا تو اس پر فیصلہ کیا جائے اگر یہ مناسب نہیں ہے کہ پولیس کی تفتیش پہ فیصلہ ہو تو پھر پولیس کو تفتیش میں ڈالا ہی نہ جائے پھر مجسٹریٹ حضرات کی خدمات لی جائیں اور مجسٹریٹ مقرر کر دئے جائیں مظلوم کو عدالت نہ جانا پڑے انصاف اس کا نام ہے کہ عدالت اس کے گھر پہ آئے۔ کتنے ایسے ہیں جو ڈر کے مارے پولیس تک رپورٹ کرنے نہیں جاتے کہ پھر مار پڑے گی۔ جن کے ساتھ ظلم ہوتا ہے جن کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے اور وہ عدالت تک نہیں جاتے۔ عدالتیں کیوں نہ وہاں آئے جہاں جرم ہوتا ہے اور وہ عدالتی نظام کیوں نہ وہاں آئیں جہاں جرم ہوتا ہے لہٰذا ہماری گذارش یہ ہے کہ اس عدالتی نظام میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں۔ اسے ہر ایک کی رسائی میں دیا جائے اس کا دورانیہ مختصر ترین کیا جائے۔ اور بغیر رو رعایت خالص کھرا انصاف دیا جائے اور وہ سزائیں دی جائیں جو قرآن نے مقرر کی ہیں' وہ سزائیں دی جائیں جو محمد ﷺ نے مقرر کی ہیں اللہ کی قسم اللہ کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیا ہوا انصاف 'انصاف ہے اس کے علاوہ سارا انسانف بھی ظلم ہوتا ہے۔

اور میں گزارش کروں گا کہ یہ اصلاحات فوجی حکومت ہی کر سکتی ہے ورنہ سیاست میں سارے وہ لوگ ہیں جو جرائم کی پشت پناہی کرتے ہیں سب نے اپنے غنڈے پال رکھے ہیں۔ سیاسی جماعتیں تو آماجگاہ بنی ہوئی ہیں غنڈہ گردی کی اسی لئے تو جب نظام کی بات آتی ہے تو ہمارے سیاسی لیڈران حکومت اور اپوزیشن یکجا ہو جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں نظام کو نہیں جانے دیں گے اس لئے کہ ان کی اجارہ داری بنی ہوئی ہے۔ سب سے ضروری کام یہ ہے کہ معاشی اصلاحات کے ساتھ تعلیمی اصلاحات کے ساتھ عدالتی اصلاحات کے ساتھ سیاسی نظام میں بھی اصلاحات کی جائیں۔ جو بزرگ بیٹھے ہیں انہیں یاد ہو گا کہ ہمارے ساتھ ہندوستان میں ساڑھے تین سو کے لگ بھگ ریاستیں تھیں اور وہ ریاستیں انگریز نے نہیں بنائی تھیں انگریز کے غلبے سے پہلے تھیں اور ان کے راجے اور مہاراجے تھے سردار پٹیل نے ایک حکم سے ساری ریاستیں ختم کر دیں ریاست کے راجاؤں نے احتجاج کیا کہ یہ جاگیریں ہمیں انگریز نے نہیں دی تھیں اس نے کہا تمہارے باپ دادا برطانوی حکومت کے سامنے سرنڈر کر چکے تھے دست بردار ہو گئے تھے انہوں نے اپنے تاج اتار کر انگریز کے قدموں میں رکھ دیئے اور انگریز نے اپنے پاؤں سے اٹھا کر دوبارہ انہیں تاج پہنائے یہ ریاستیں جو تمہارے اجداد کی تھیں وہ ختم ہو گئیں اب تمہارے پس وہ ریاستیں ہیں جو انگریز نے غداری کے صلے میں دی تھیں۔ انگریز چلا گیا یہ ریاستیں قوم کو لوٹا دو جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسمبلی پر جاگیرداروں اور ریاست کے راجاؤں کی اجارہ داری نہ بن سکی اور عام آدمی بھی قومی اسمبلی میں پہنچ گیا اور دیوی گوڑا جیسے عام لوگ وزیر اعظم بنے یہی وجہ ہے کہ ان کا سیاسی نظام غلط ہے یا صحیح' سیاسی انداز سے چل رہا ہے۔ یہاں عام آدمی تو اپنا بچہ سکول میں داخل نہیں کروا سکتا جب تک کوئی جاگیردار یا سرمایہ دار اس کی سفارش نہ کرے یہاں تو آپ کو بیمار کی دوائی لینے کے لئے چٹ کی ضرورت پڑتی ہے اور دیکھو تماشا دیکھو جن لوگوں کو قانون سازی کیلئے منتخب کیا جاتا ہے وہ گاؤں کی گلیاں پکی کروا رہے ہوتے ہیں یہ قانون بن رہا ہے۔ یہاں انگوٹھا لگا کر اسمبلی سے پیسے لیتے ہیں قانون کونسا بنائیں گے۔ لہٰذا اس سیاسی عمل کی اصلاح کی جائے اور دستور پاکستان میں دفعہ باسٹھ اور تریسٹھ میں شرائط دی گئی ہیں کہ کتنی تعلیم کیسی صحت اور کس کردار کا مالک الیکشن لڑ سکتا ہے کس شہرت اور کس کردار کا حامل الیکشن میں حصہ نہیں لے سکتا گذشتہ باون سالوں میں ایک الیکشن بھی آئین کے مطابق نہیں ہوا آج وہ مغربی طاقتیں جو کہتی ہیں کہ آئینی حکومت کو فوج نے ہٹا دیا میں انہی سے سوال کرتا ہوں کہ گزشتہ ساری سیاسی حکومتیں آئین کی دفعہ باسٹھ اور تریسٹھ کو معطل کر کے بنیں آدھا آئین معطل کر کے جو بنتا ہے وہ آئینی ہوتا ہے یا غیر آئینی ہوتا ہے۔ پاکستان میں آئینی حکومت آج تک بنی ہی نہیں اس لئے کہ ہر حکومت نے وہ شرائط معطل کر دیں جو آئین کا حصہ ہیں۔ یہودیوں سے نصاری سے رب العلمین نے کہا تھا۔

افتئومنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض جو بات پسند آئے وہ کتاب کی مان لیتے ہیں اور جو مشکل لگتی ہے انکار کر دیتے ہیں یہ وہی یہودیوں والا رویہ ہے کہ آئین میں جو بات قابل قبول ہو جو پسند آئے جس میں فائدہ تمہیں نظر آئے وہ مان لو جہاں کچھ پلے سے دینا پڑے اسے چھوڑ دو اگر اسی آئین پہ حکومت کار بند ہو جائے اور اس پہ سختی کر کے اس کے مطابق الیکشن کرائے تو بھی دیانت دار اہل اور پڑھے لکھے لوگ آ سکتے ہیں۔ میں کل اخبار میں دیکھ رہا تھا کہ ۱۹۹۷ء کے ایک سال میں ممبران اسمبلی نے جو اسمبلی کے دواخانے سے دوائیں لیں وہ چودہ کروڑ کی تھیں۔ حالانکہ وہ انٹائٹل ہوتے ہیں کہ پورے ملک کے سرکاری دواخانوں سے دوائیں لے سکتے ہیں جو باہر سے منگوائیں وہ اور ہوں گی۔ جو ایک شفاخانہ ان کے لئے بنا ہوتا ہے اسمبلی میں اس سے جو دوائیں انہوں نے کھائیں وہ چودہ کروڑ کی تھیں خدا خیر کرے اس ملک کی آپ ایسے گئے گزرے مریضوں کو اسمبلی میں لاتے کیوں ہیں۔ یہ قومی اسمبلی ہے یا کوئی ہسپتال ہے۔ لہٰذا ہماری گذارش یہی ہے کہ اس سیاسی عمل کی ایسی اصلاح کی جائے کہ سیاسی اجارہ داری سرمایہ داروں سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کارخانہ داروں سے جاگیرداروں سے نکل کر عام آدمی تک پہنچے اختیارات کو نچلی سطح تک پہنچایا جائے تاکہ ایک دیہاتی کو انصاف کے لئے سپریم کورٹ تک نہ جانا پڑے۔ اور انصاف کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے قانون کے مطابق انصاف بنایا جائے۔

حضرات گرامی! نصف صدی کی مہلت بہت بڑی مہلت ہوتی ہے ہم نے یوم دعا اس لئے رکھا تھا کہ سیاست دانوں کا کردار حکمرانوں کا کردار اور اپوزیشن کا کردار مل کر اس ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈال رہا تھا ہم نے یوم دعا کسی حکومت کے خاتمے کیلئے نہیں کسی نئی حکومت کے آنے کے لئے نہیں بلکہ اس ملک کے تحفظ کے لئے اللہ کو پکارنا چاہا کہ اب تو ہی کارساز ہے تو ہی فرعون کی گردن مروڑ سکتا ہے تو ہی ظالموں سے نجات دلا سکتا ہے۔ تو ہی ظلم کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ ہمیں کسی جانے والے پر طنز کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی آنے والے کی خوشامد نہیں لیکن حق بات یہ ہے کہ آنے والو! تمہاری بقا بھی انصاف میں ہے تمہاری بقا بھی عدل میں ہے۔ تمہارا اپنا وجود بھی اس بات کا محتاج ہے کہ عام آدمی کو سہولتیں ملیں۔ اسے انصاف ملے اس سے بچے بھی سکول جائیں اس کے ماں باپ کو بھی دوا پہنچے اس کی فریاد بھی سنی جائے۔ کوئی اس کے گھر کا چراغ گل کرے تو اسے اس کے سامنے سزائے موت دی جائے۔ ہم دعا آج بھی کریں گے دعا ہی کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہماری دعا کے دو حصے ہیں ایک حصہ ہے کہ الہ العالمین اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھ۔ اور اس پر دین اسلام کی حکومت قائم فرما اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ جنہوں نے زمام اقتدار سنبھالی ہے انہیں اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق بھی عطا کر انہیں بصیرت عطا کر کہ وہ حق اور باطل کو دیکھ سکیں۔ وہ پہچان سکیں تمیز کر سکیں انہیں وہ جرات عطا کر کہ حق کی حمایت کریں اور باطل کو روک سکیں۔ انہیں وہ حوصلہ عطا کر کہ وہ تیری رضا کے لئے فیصلے کریں۔ دنیا کی رائے کے لئے فیصلے نہ کریں۔

عزیزان گرامی! ہر قوم اپنے ملک میں اپنی پسند کا نظام چلا رہی ہے ہمیں کسی سے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کیا ہمیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہم اپنے وطن عزیز میں اپنی پسند کا نظام حاصل کریں جو ہمارا ایمان ہے عقیدہ ہے جس پہ ہماری زندگی نہیں موت اور مابعد الموت کا انحصار ہے۔ یہ ہمارا حق ہے اس کا مطالبہ ہم کرتے رہیں گے۔ جب تک دم میں دم ہے اور امید ہے انشاء اللہ العزیز اللہ کریم ان آنے والے لوگوں کو ہی توفیق عطا کر دے گا اور وہ اس ملک کو اسی قوم کو وہ نظام وہ آئین اور وہ دستور وہ تبدیلیاں اصلاحات عطا کر کے اللہ کے حضور بھی سرخرو ہوں گے اور اقوام عالم میں اپنی قوم اور ملک کا نام بھی سربلند کریں گے۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ صفحہ 43 سے آگے

سے آتا ہے مومن وہ ہے جسے یہ یقین ہو کہ اس نے جان اور مال خرچ کر دیا ہے بیچ دیا اس کے لئے وہاں مال بھی اس کی ضرورت سے زائد ہے اس کے لئے اس کا گھر بھی اس کی سوچ اور فکر سے عالیشان ہے وہ اپنی تیاری رکھے اپنے گھر جانے کی اور اللہ توفیق دے مجھے یہاں اسلام کے نفاذ میں کوئی شبہ نہیں ہے دعا یہ کی جائے کہ اللہ ہمیں حق کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق دے اور بہت اچھی بات ہو اللہ آرزو ہماری پورے کرے کہ ہمارے دیکھتے ہوئے یہاں اسلام نافذ ہو اور ہم بھی اس کو دیکھیں۔ اللہ کے دین کے غلبہ کو باطل کے پرستاروں کو تڑپتا دیکھیں جنہیں توفیق ہو توبہ کی اللہ انہیں توبہ کی توفیق عطا کرے شہداء کو بصد عزت و احترام جانیں نثار کرتا دیکھیں اور اس زمین کو اللہ کے دین کے عدل سے بھرتا ہوا دیکھیں۔ اور اس زمین سے پھر احیائے اسلام ہو گا جو روئے زمین پر ہو گا انشاءاللہ العزیز۔ و آخر دعونا ان الحمد اللہ رب العالمین۔

☆ عام راستے پر نہیں بیٹھنا چاہئے اگر بیٹھنا ضروری ہو تو راستے کا حق ادا کرنا چاہئے

☆ کسی کی ذاتی کرسی یا مسند پر اس کی اجازت کے بغیر نہیں بیٹھنا چاہئے

☆ مجلس میں بیٹھ کر آپس میں کانا پھوسی نہیں کرنا چاہئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

پیغام

کلام شیخ

ذرا سنتی جا اے باد صبا جب ارض حرم سے گزرے تو
وہاں عرض میری پہنچا دینا جہاں رحمت عالم رہتے ہیں
ہوگا وہاں گنبد خضرا بھی دیکھے گی نور کا دریا بھی
ذرا نظروں کو سمجھا لینا وہاں رحمت عالم رہتے ہیں
تھم جانا ان کی چوکھٹ پر وہ بار گاہ عرش سے نازک تر
بھر لینا نور سے جھولی وہاں کرم کے دریا بہتے ہیں
وہ حامد ہیں' محمود بھی ہیں وہ اللہ کے محبوب بھی ہیں
رب آپ کرے تعریف ان کی' ان کو ہی محمد کہتے ہیں
کھو گئی دلوں سے یاد تیری وہاں لے جا یہ فریاد میری
آجائیں تیری یادیں واپس ہم راہیں تکتے رہتے ہیں
ہو جائے مداوا سب غم کا' سینہ ہو روشن مسلم کا
چل نکلیں تیری راہوں پر ورنہ تو بھٹکتے رہتے ہیں
انہیں صدق و عدالت بھی ہو عطا عثمانؓ کی وراثت دو آقا
دے قلب و جگر انہیں حیدرؓ کا جہاں نور برستے رہتے ہیں
یہ چاروں سوتے مل جائیں پھر پھول چمن میں کھل جائیں
یہ آب حیات عطا کر دیں ہم اس کو ترستے رہتے ہیں
ورنہ یہ لوگ گئے جگ سے یہ نام بھی تیرا لے نہ سکے
پس خوردہ کھائیں کافر کا یہ خود کو تیرا کہتے رہتے ہیں
کہہ دے کبھی تو اپنا ان کو کچھ ہوش آئے آقا ان کو
اس دلدل کو پہچان سکیں جس میں یہ پھنسے رہتے ہیں
ہو حاصل پھر سے دولت دیں زندہ ہوں پھر ایماں و یقیں
چنگل سے نکلیں کافر کے یہ اس میں پستے رہتے ہیں
گئی عزت ان سے' نام گیا' اب جان گئی ایمان گیا
خوں ان کے پانی کی مانند ہر ملک میں بہتے رہتے ہیں
سیماب بھی ان کے خادم ہیں یہ آخر آپ کی امت ہیں
یہ ان کو واپس لانے کے سب حیلے کرتے رہتے ہیں

سیماب اویسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

رہبر تصوف کی مہکتی باتیں

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی حضرت اللہ یار خانؒ کے ارشادات اور خیالات پر مبنی خصوصی گوشتہ (حضرت اللہ یار خانؒ 1984ء میں دنیا سے پردہ فرمائے گئے)

ترتیب۔ محمد اسلم عادل' ایم اے' ایم ایڈ

☆ فرمایا اللہ تعالی کی بارگاہ میں درخواست کرنے کے لئے کچھ آداب ہیں اور دعا کی قبولیت کے لئے چند شرائط ہیں۔ کتاب وسنت میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کے لئے تاکید فرمائی گئی ہے۔

1- غذا کا حلال اور پاکیزہ ہونا۔ فرمان باری ہے " اے اہل ایمان' زمین کو پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاؤ"۔

2- بدن پاک ہونا' لباس کا پاک ہونا اور حلال کی کمائی سے تیار ہونا۔

3- استقبال قبلہ' خلوص نیت اور سحر کا وقت ہونا فرمان باری ہے "پس اللہ تعالی کو خلوص دل سے پکارو" اور (اہل تقوی" سحر کے وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔"

4- ادب سے دو زانو بیٹھ کر دعا کرنا۔ "ہاتھوں کو پھیلائے۔ شانوں تک اٹھاوے۔ اور کھول کر رکھے اور ادب خشوع وخضوع کا خیال رکھے اور اللہ تعالی کے اسماء حسنی کے ساتھ دعا مانگے اور منقولہ دعائیں پڑے اور انبیاء اور اولیائے اللہ کے توسط سے اور دھیمی آواز سے دعا کرے اور دعا ختم کر کے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر دے"

5- قبولیت دعا میں جلدی نہ کرنا یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ ابھی ابھی دعا قبول ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو دعا ہی ترک کر بیٹھے۔

☆ فرمایا مستجاب الدعوات ہونے کے لئے متقی ہونا شرط ہے۔ متقی کی تعریف حضور اکرم ﷺ نے یوں فرمائی۔ حضور اکرم ﷺ کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس چیز کو ترک نہ کر دے۔ جس میں (بظاہر) حرام کا شبہ نہیں۔ مگر اس اندیشے سے کہ وہ چیز کہیں حرام تک نہ لے جائے"۔

☆ فرمایا مستجاب الدعوات وہ شخص ہوتا ہے جس کا تعلق قلبی اللہ تعالے کے ساتھ پختہ ہو مخلوق سے قلبی انقطاع مکمل ہو۔ تزکیہ نفس مکمل ہو چکا ہو۔ دوام ذکر حاصل ہو۔ یہ اوصاف صرف اولیاء اللہ کاملین میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے مستجاب الدعوات بھی وہی ہوتے ہیں۔

☆ فرمایا انسان کی حقیقی قدر وقیمت اور اصلی عظمت وبرتری کا اندازہ اس وقت ہو گا جب اس کی فرد عمل مالک حقیقی کے سامنے پیش ہو گی اور اسے فوز عظیم کا مژدہ سنا کر انعام واکرام کا مستحق قرار دا جائے گا۔ اس لئے حقیقی کامرانی وفلاح اور حقیقی عظمت وشان وہی ہے جسے اخروی کامیابی اور ابدی راحت کہا جاتا ہے۔ جسے اس دنیا کی چند روزہ شان وشوکت فریب نظر اور غرور نفس کے سوا کچھ نہیں۔

وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور

☆ فرمایا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ کا ہو رہتا ہے اللہ تعالی اس کی تمام تکالیف کا خود ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسے اس کا گمان تک نہیں ہوتا۔" فرمایا ولایت کے دو رکن ہیں۔ اول اتباع شریعت دوم باطن کا انوار حقیقت میں مستغرق ہو جانا اور ولایت کا مفہوم ہے حصول قرب الٰہی۔ حصول قرب الٰہی کے دو سبب ہیں۔ اول اطاعت الٰہی۔ دوم اجتناب از معصیت

☆ فرمایا قرب الٰہی کے تین مدارج ہیں۔ قرب فرائض۔ قرب نوافل اور درجہ محبوبیت۔ قرب فرائض یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے۔ جس کو صوفیہ فنائے ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی انسان اپنا ارادہ مٹا دے خود محض آلہ بن جائے۔

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔"

روح ان اجسام سے نہیں۔ جو متفرق ہو جاتے ہیں بلکہ ایسے جوہر سے ہے جو ملا ئکہ سے بھی لطف ہے۔ اس کا مسکن کو بھول جاتا ہے اور اس کی قوت پرواز یا تو بالکل ختم ہو جاتی ہے یا نہایت کمزور ہو جاتی ہے۔ جب کسی عارف کامل نے اسے اپنے وطن سے مانوس کرایا۔ ذکر الٰہی کی کثرت ہوئی۔ اور اسم الظاہر والباطن اس کے پر بن گئے تو قوت پرواز لوٹ آئی اور روح انوار معرفت سے منور ہو گی۔ عارف کو محبوبیت کا درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب اس کی آنکھوں میں' اس کے کانوں میں' اسکے ہاتھ پاؤں میں۔ بلکہ تمام اعضاء ور روح میں غیراللہ کا کچھ حصہ نہ رہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

جنت کی ایڈوانس بکنگ

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
بمقام دار العرفان منارہ مورخہ 3-12-99

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ توبہ میں اللہ جل شانہ نے ایمان اور بندہ مومن کی ایک اور پہلو سے شناخت دی ہے پہچان دی ہے۔ کائنات میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ کا ہے وہ ایک ذات تھی جس کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ انتہا وہی ایک ذات اصل ہے اور وہی ہمیشہ رہے گی باقی دنیا کی کوئی چیز قائم بذات نہیں ہے یعنی اپنے آپ پر اس کا انحصار نہیں ہے اللہ کی قدرت سے قائم ہے جس کو جب تک جس حال پہ رکھتا ہے وہ چیز اس حال پہ قائم رہتی ہے فنا کر دے فنا ہو جاتی ہے اس کی صورت بدل دے صورت بدل جاتی ہے۔ اس ساری کائنات کا حاصل ہے بندہ مومن۔ اور اس کا کمال یہ ہے کہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اس کی جان بھی اس کا وجود بھی اس کی ساری صلاحیتیں بھی اس کا مال بھی لیکن دنیا عالم اسباب ہے اور اس میں جان اور مال دونوں چیزیں انسان کو بہت عزیز ہیں۔ بعض اوقات اسے مال اتنا عزیز ہوتا ہے کہ اس کے لئے جان کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ تو ایمان کیا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہی دنیا عالم حقیقی نہیں ہے عالم حقیقی اس سے آگے ہے۔ جو نقصانات سے پاک ہے جو دکھوں سے بالا تر ہے جو پریشانیوں سے الگ ہے اور وہ ایک گھر ہے جو اللہ نے ان بندوں کے لئے بنایا جو اس کے مقرب ہوں گے جو اس کی رضا کو حاصل کریں گے اس کے علاوہ کائنات کی چیزیں وقتی ہیں عارضی ہیں جب اس کی عمر پوری ہوگی یہ جب تک اللہ قائم رکھنا چاہتا ہے رکھے گا جب وہ ختم کرنا چاہے گا یہ سب چیزیں ختم ہو جائیں گی سورج چاند ستارے جھڑ جائیں گے آسمان پھٹ جائیں گے۔ زمینیں سمندر ہر چیز تباہ ہو جائے گی لیکن تب جب مزید کسی آدمی کو یہاں بسانا یا اس کا امتحان لینا مقصود نہیں ہوگا جب عالم انسانیت سارا انسانی قافلہ اس دنیا سے گزر چکا ہوگا اس کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔ اس دنیا کا اور اس دنیا کے مال و اسباب کا حتمی نتیجہ ہی تباہی ہے ہم سے پہلے اسے سنبھالتے رہے ہم سنبھالتیں رہیں ہم سے بعد میں آنے والے اس کا ڈھیر لگاتے رہیں بالآخر اسے تباہ ہونا ہے اب اللہ کریم کا احسان یہ ہے کہ اس نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ نے اپنے مومن بندوں سے ایک سودا طے کر لیا ہے ان کی جان اور مال جو دی اسی نے تھی عطا اسی کی تھی اس نے واپس نہیں لی بلکہ ان سے خرید لی ہے اس گھر کے بدلے جو اس نے اپنے مقرب بندوں کے لئے اس جہان میں بنایا ہے جہاں کوئی پریشانی نام کی شے نہیں ہے جہاں موت نہیں ہوگی جہاں خطرہ نہیں ہوگا کوئی دشمن نہیں ہوگا کوئی بیماری نہیں ہوگی کوئی بھوک نہیں ہوگی کوئی افلاس نہیں ہوگا کوئی ناانصافی نہیں ہوگی۔ کوئی زیادتی نہیں ہوگی جو بھی اس گھر میں پہنچے گا اسکے بعد اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام سکون آبرو قرب الٰہی حتی کہ دیدار الٰہی بھی اس کے نصیب ہوگا اس کے حصے میں ہوگا اتنی بڑی نعمت فرمایا میں نے بیچ دی ہے مومنوں نے خرید لی ہے ہمارا سودا ہو گیا ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم ان کی جانیں اور مال اللہ نے خرید لئے اور اپنی جنت اپنا قرب وہ اعلیٰ ترین مقام انہیں اس کے بدلے عطا کر دیا۔ یہ سودا ہو گیا۔ بان لھم الجنہ اب یہ جان و مال جو رب نے خرید لیا ہے اللہ کریم اسے کیا کرے گا اور بندہ مومن کیسے اس کے سپرد کرے گا چونکہ بیع تو تب مکمل ہوتی ہے جب بائع کی چیز یا خریدار کی چیز اس کے قبضے میں دے دی جائے تو یہ کیسے دی جائے گی فرمایا ایسے دی جائے گی اس لئے نہیں کہ میں نے جنت کا وعدہ کیا ہے تو میں سب کی جانیں قبضہ کر

www.naqshbandiaowaisiah.com

لوں گا جنت کا وعدہ کیا ہے سب کے مال چھین لوں گا نہیں رہیں گے انہی کے پاس میری امانت ہے طور پر۔ یہ عجیب سودا ہے دیئے بھی خود ہی پھر واپس نہیں لئے خریدے اور پھر کہتا ہے فائدہ بھی اٹھاؤ ان سے تم ہی اٹھاؤ پاس بھی رکھو لیکن اب ان کو میرے احکام کی خلاف ورزی پہ استعمال نہ کرو۔ یہ مرے ہیں انہیں اب جہاں میں کہوں وہاں خرچ کر دو۔ فرمایا مومن کی نشانی یہ ہے۔ یقاتلون فی سبیل اللہ مال بھی خرچ کرتے اور جان بھی خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں۔ اللہ کریم نے ایک نظام بنایا ہے جس میں ایک آزمائش ہے کچھ لوگ جو شیطان کی رہ پہ چل نکلتے ہیں اور رہنا انہیں بھی ہمیشہ ہے ان کے لئے جہنم ہے اور جہنم بھی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اور جہنمیوں کے عذاب بھی ہمیشہ رہیں گے اگر انہوں نے وہ پسند کرلی ہے تو پھر وہ اپنی زمین پر اللہ کے قوانین کو پامال کرتے ہیں اس کی مخلوق پر ظلم کرتے ہیں اس کے بندوں کی ایذا کا سبب بنتے ہیں بے اعتدال اور بے انصافی کرتے ہیں ان کا جو جو مال اپنا ہوتا ہے اسے وہ اور بڑھانا چاہتے ہیں دوسروں کے مال چھین کر دوسروں کے حقوق چھین کر ناجائز طریقے سے فریب دھوکا دہی سے رشوت سے کسی نہ کسی طرح اس میں بڑھوتری چاہتے ہیں اسے بڑھانے کیلئے دوسروں کی جانیں لیتے ہیں دوسروں کی آبرو ریزی ہوتی ہے دوسروں کے ساتھ ظلم ہوتا ہے پھر وہ طبقہ جس نے اپنی جان و مال اللہ کو بیچ دی ہے اسے حکم ہے کہ پھر وہ جان اور مال کو وہاں خرچ کرے چونکہ اس کی اپنی تو ہے نہیں اللہ کی ہے اور اللہ کی مخلوق پر ظلم ہو رہا ہے اللہ کے بندوں کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے اللہ کے بندوں کی آبرو پامال ہو رہی ہے اور ظلم اگر کافر کے ساتھ بھی ہو رہا ہو جو رب کو نہیں مانتا لیکن مخلوق تو اسی کی ہے ظلم اگر کافر کے ساتھ بھی ہو رہا ہو تو مظلوم کی مدد میں جان مال خرچ کرنے کا حکم ہے چہ جائیکہ بندہ مومن کے ساتھ ظلم ہو پھر وہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

یقاتلون فی سبیل اللہ پھر وہ میدان جہاد میں اتر جاتے ہیں اللہ کی راہ میں ظلم کے خلاف لڑتے ہیں۔ فیقتلون ظالموں کو قتل کرتے ہیں و یقتلون خود بھی شہید ہوتے ہیں یہ ساری عمل کی بات ہے یہ محض کوئی فلسفہ یا ڈرامہ نہیں ہے یا کہہ دینے کی نہیں ہے یہ کرنے کی بات ہے اس حد تک کرتے ہیں کہ پھر اللہ کو جو جان بیچی ہوئی ہے اس کی راہ میں نچھاور کر دیتے ہیں اپنا مال اپنے وسائل اپنا علم اپنی قوت بیان جو بھی اس کے پاس ہے پھر وہ اس راہ پہ خرچ کرتے ہیں ظلم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور زمین پر قیام عدل کے لئے کام کرتے ہیں ہمارے زمانے میں تو نیکی کا تصور بدل گیا اور آجکل تو یہ کہا جاتا ہے کہ نیک تو وہ ہے جو دنیا داری سے الگ ہو کر مساجد میں یا حجرے میں بیٹھ جائے اپنی اللہ اللہ کرے تلاوت کرے بیٹھا رہے اگر نیکی کا یہی تصور ہے تو دنیا کے کس کافر ملک میں کسی کافر کو نیکی پہ کوئی اعتراض ہے آپ جاپان سے لیکر امریکہ تک کسی بھی کافر ملک میں اپنا گھر بنا لیں اندر بیٹھے رہیں تلاوت کریں تفاسیر پڑھیں روزے رکھیں تہجد پڑھیں نوافل پڑھیں تسبیحات پڑھیں اذکار کریں مراقبات کریں کوئی آپ کو روکے گا نہیں اس کا مطلب ہے کہ یہ نیکی وہ حیثیت نہیں رکھتی جو انصاف قائم کرے یہ نیکی ایک فرد کے لئے ہے جتنی بھی عبادت ہے یہ ایک فرد کے لئے ہے وہ ایک فرد کا رشتہ استوار کرتی ہے ذات ربی سے لیکن اگر عابد و زاہد ظلم کے خلاف میدان عمل میں نہ آئے تو اس کی عبادت کو بے کار سمجھو پھر وہ اللہ کی عبادت نہیں کر رہا۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ ایک پرانے بزرگوں میں سے مجھے نام یاد نہیں ہے ایک صوفی کا واقعہ بتایا کرتے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے بیس سال جو نمازیں پڑھیں تو میں اللہ کریم کو رو برو دیکھتا تھا تب میں نماز ادا کرتا اور سجدہ کرتا بیس سال بعد جا کر مجھے سمجھ آئی کہ جن انوارات کو میں نے ذات باری سمجھ رکھا تھا وہ تو میرے نفس کے انوارات تھے اور میں بیس سال اپنے نفس کو سجدے کرتا رہا فرمایا توبہ بھی کی اور بیس سال کی نمازیں بھی لوٹائیں کہ وہ تو میں خود ہی کو سجدے کرتا رہا انہی انورات کو سجدے کرتا رہا جو میرے نفس میں ذکر اذکار سے پیدا ہو گئے تھے۔ آپ متقدمین میں سے کسی کو لے لیں تبع تابعین کے بعد سب سے عظیم نام خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے جہاں

بہ ... سارے سلاسل تصوف اور ساری سمی راہیں متحد ہو جاتی ہیں بعد میں آنے والوں کے لئے بیشتر علمی سوتے بھی وہیں سے پھوٹے اور ذکر اذکار کے جو برکات ہیں وہ بھی وہیں سے آئیں ساری زندگی باطل کے خلاف میدان عمل میں رہے نہ صرف کفر کے خلاف بلکہ حجاج بن یوسف کی زیادتیوں پر بھی کسی نے برسرمیدان بات کی تو وہ خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ مسلمان حکمران کو بھی اگر کسی نے آگے بڑھ کر ٹوکا تو وہ وہی تھے۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال جنگل میں ہوا گوشہ نشین نہیں ہوئے تھے۔ حاکم وقت سے ٹکر کے بعد حکمران نے شہر بدر کر دیا تھا اور کسی شہر میں داخلے کی اجازت نہیں تھی۔ آج جو لوگ ان کے نام کے وظیفے پڑھتے ہیں اس زمانے میں لوگ انہیں پاگل کہتے تھے بے وقوف کہتے تھے بے وقوف آدمی حکومت سے ٹکر لینے کا کیا فائدہ لیکن اکیلے بندے نے بھی چند ہمراہیوں کے ساتھ بھی حق کا بول بالا کیا اور ساری عمر کی جلاوطنی اور مصیبت قبول کی۔ آپ دور کیوں جاتے ہیں۔ ہندوستان میں دیکھ لیں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک گوشہ نشین صوفی تھے جو دین الٰہی اکبر شاہی کے مقابلے میں میدان میں اترے اور پورے نظام سلطنت کی سوچ بدل دی حکمرانوں کو اور بادشاہوں کو بھی توبہ کرتے اور دین ترک کرتے بنی سید احمد شہید بریلوی شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ عالم بھی تھے صوفی بھی کامل تھے ذاکر بھی تھے حجروں میں نہیں میدانوں میں شہید ہوئے۔ انگریز کے سو سالہ زمانے کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو جسے آپ آزادی کہتے ہیں یہ ان مجاہدین علمائے حق اور صوفیائے کرام کی جدوجہد ہے جو ہمیشہ انگریزوں سے لڑتے رہے اور کبھی دل سے اس کی حکومت کو قبول نہیں کیا یاد رہے انگریز کے برصغیر پر تسلط کے بعد صرف مسلمان علماء اور مجاہدین تھے جو لڑتے رہے کانگرس کو انگریز نے افریقہ سے گاندھی لاکر دیا تب کانگرس بنوائی جب اس نے سمجھا کہ میری گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے اور یہ ملک جو میں نے مسلمانوں سے لیا ہے دوبارہ مسلمان ہی نہ لے لیں اس کے لئے غیر مسلموں کی بھی تحریک بنانی چاہئے۔ صوفی وہی ہوگا جو آقا نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر عمل کرے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ کیا ہے۔ کہ جہاد کی اجازت ملی جہاد فرض ہوا تو دس سالہ مدینہ منورہ کی حیات طیبہ میں اسّی سے زائد بعض روایات کے مطابق بیاسی اور بعض کے مطابق چوراسی غزوات و سرایہ ملتے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطل ظلم زیادتی کے خلاف برسرپیکار رہے اور بنفس نفیس دو دو زرہیں زیب تن فرما کر جہاد میں حصہ لیا۔ شمشیر بکف ہو کر میدان جہاد میں حصہ لیا اور اس ہستی نے جس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وما ارسلنک الا رحمتہ اللعلمین ساری رحمت جو تھی وہ اس ایک وجود باسعود میں تھی بعثت کے عد قیامت تک کوئی شمہ رحمت الٰہی کا کسی و ملے گا تو اسی ذات کے حوالے سے نصیب ہوگا۔ آپ ﷺ بھی میدان جہاد میدان کارزار میں داد شجاعت دیتے رہے کتنے مقربین صحابی کتنے آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے خاک و خون میں لوٹ گئے شہید ہو گئے کیسے کیسے لوگ اللہ کی راہ میں جانیں دے گئے تب حق کا غلبہ ہوا اور ظلم دنیا سے مٹا اور یہ عجیب بات ہے کہ کافر کو بھی کبھی سکون یا انصاف نصیب ہوا تو اسلامی ریاست کے تابع ہو کر ورنہ کافر کافر کے ساتھ بھی انصاف نہیں کر سکا۔ سو اس دنیا کا جو کام بندہ مومن کے ذمے ہے وہ یہ ہے کہ اس کی جان اس کا مال اس نے بیچ دیا اللہ نے خرید لیا اس کا گھر یہ نہیں ہے اس کا گھر جنت میں ہے یہ اینٹ گارے کا گھر ہمارا گھر نہیں ہے یہ تو ایک سرائے جہاں ہمیں ٹھہرنا ہے وہ دولت ہماری دولت نہیں ہے جو ہمارے پاس ہے یہ اللہ کا مال ہے ہم اس کے امین ہیں یہ جان ہماری نہیں ہے ہم بیچ چکے ہیں یہ اس کی ہے اور کتنی عجیب بات ہے۔

کہ جب مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی مکہ مکرمہ میں اور جہاد کی اجازت نہیں تھی۔ ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم لڑیں گے نہیں' مقابلہ نہیں کریں گے لیکن یہ بھی کوئی بات ہے کہ کافر تو بتوں کی پوجا کریں بیت اللہ میں اور اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر دارارقم میں نماز ادا کرے۔ اسے بیت اللہ میں کوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com

داخل نہ ہونے دے ہم لڑیں گے نہیں ہاتھ اٹھانا منع ہے مار کھانے سے تو اللہ نے نہیں روکا۔ ہم مر جائیں گے لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ ہم چالیس ہوں اور چھپ کر بیٹھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے ہم حرم میں جائیں گے اور چالیس بندے ایک دوسرے کے بازوؤں میں بازو دے کر چل پڑے کیا ظلم تھا جو ان پر نہیں ہوا عورتوں نے پانی کے برتن تک سروں میں مارے پتھر برسائے گئے آخر ابو جہل نے حرم کے سامنے نیزہ برداروں کا دستہ کھڑا کر دیا وہ مار کھاتے رہے لیکن کسی نے ہاتھ چھوڑا نہیں چلتے رہے آخر ابو جہل نے گھبرا کر اپنے نیزہ باز ہٹا لئے یہ چالیس تو دس بارہ قبیلوں کے لوگ ہیں اگر یہ مارے گئے تو سارے قبائل میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ اور یہ تو واپس جانے والے نہیں۔ وہ پہلا دن تھا جب علانیہ مسجد الحرام میں نماز ادا کی گئی لڑنے کی اجازت نہیں تھی زخم کھاتے رہے دکھ اٹھاتے رہے اور جب جہاد کی اجازت ملی تو وہ کتنے تھے تین ہزار کی آبادی تھی مدینہ منورہ کی۔ اور صحرا کے جگر سے اٹھ کر انہوں نے ہسپانیہ سے چائنہ تک اور سائبیریا سے افریقہ تک اللہ کی زمین کو مسخر کر دیا فتح کیا مقابلے کئے جانیں دیں اور عدل سے بھر دیا حتی کہ زلزلہ آیا زمین لرزی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر درہ مارا اور کہا کیوں کانپتی ہے کیا تجھ پہ ظلم ہو رہا ہے کیا تجھ پر انصاف نہیں ہو رہا زلزلہ رک گیا اور اس دن سے آج تک سرزمین عرب میں زلزلہ نہیں آیا۔ مصر فتح ہوا دریائے نیل سوکھ گیا اور ان کی عادت تھی کہ نوجوان دوشیزہ کی قربانی دیتے دریا میں پھر پانی آتا تھا شیطان نے کوئی جال بچھا رکھا تھا پتہ چلا امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو آپ نے چٹھی لکھی رقعہ لکھا چند حرف کا کہ اے نیل کہ اگر تو اپنی پسند سے بہتا ہے تو ہمیں تیری ضرورت بھی نہیں ہے اور اگر تو بھی اللہ کی مخلوق ہے تو اللہ کے بندوں کو تنگ نہ کر بہنا شروع کر دے اور بہتا رہ فرمایا میرا یہ رقعہ دریا میں ڈال دو پھینک دو تب سے آج تک نیل میں پانی کم نہیں ہوا سوکھنا تو دور کی بات ہے۔ یہ وہ قوت تھی جو تعلق ذات باری کے سبب تھی اور ان کا جان مال اپنا نہیں تھا۔

آج دنیا میں سب سے بڑی قوم مسلمان ہیں ایک سو بائیس کے لگ بھگ اقوام گنی جاتی ہیں دنیا میں جن کی آبادی چھ سو کروڑ یا چھ ارب شمار ہوتی ہے لگ بھگ اس میں دو ارب کے قریب مسلمان ہیں چار ارب میں باقی ایک سو اکیس یا ایک سو بیس قومیں اور اکیلی ایک قوم جو کلمہ گو ہیں جو اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہ دو سو کروڑ ہیں اور ظلم ہے کہ بڑھتا ہی جا رہا ہے خود مسلمان بھی ظلم کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ عالم یہ ہے کہ مسلمان کی آبرو مسلمان کی جان مسلمان کا مال اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے جس کا جی چاہے لوٹ لے جہاں جی چاہے آبرو ریزی کرے جس کا جی چاہے مسلم ممالک پہ قتل و غارت گری مسلط کر دے وہ شیشان میں ہوں دنیا کے کسی حصے میں ہوں الجزائر میں بیٹھے ہوں وہ کشمیر میں ہوں پاکستان میں ہوں پاکستان جو محض اللہ کے نام پر اور نظریاتی طور پر بنا تھا پچاس سالوں میں نصف صدی میں ہر تجربہ آزمایا گیا اسلام تو یہاں تجربے کے طور پر بھی نہیں آزمایا گیا عقیدے کے لحاظ سے نہ سہی دنیا کے مختلف نظام جب آزمائے جا رہے ہیں تو اسلام کو بھی تجربے کے طور پر ہی آزما لیتے معیشت کو اسلامائز کرتے عدالت کو اسلامائز کرتے تعلیم کو اسلامائز کرتے سیاست کو اسلامی سانچے میں ڈالتے تو پتہ چلتا کہ یہ اچھا ہے یا خراب ہے یا اس کے رزلٹ آتے ہیں یا نہیں۔ اسلام کو تو کوئی تجربے کے طور پر بھی آمانا نہیں چاہتا اور اب بہت بڑی تبدیلی آئی، کیا خاک تبدیلی آئی؟ آپ کے لئے کیا تبدیل ہوا؟ میرے لئے کیا تبدیل ہوا کیا مجھے انصاف مل رہا ہے؟ آپ کو چیزیں سستی مل رہی ہیں؟ آپ کی عزت محفوظ ہے؟ آج آپ کا گھر کسی خطرے میں نہیں؟ آپ کو جان کا کوئی خطرہ نہیں؟ اگر ظلم وہی ہے افلاس وہی ہے زیادتی وہی ہے تو کیا تبدیلی آئی ایک شخص سے حکومت دوسرے نے لے لی اس سے عام آدمی کو کیا فرق پڑا۔ لیکن کیا تبدیلی اس طرح آجائے گی اور اسلام نافذ ہو جائے گا اگر یہ طریقہ ہوتا تو اللہ کے مومنوں سے جانیں خرید کر انہیں قتل پہ نہ لگا دیتا اگر بغیر جہاد کے اگر بغیر جان دینے کے اگر بغیر خون بہائے انصاف قائم ہوتا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تلوار ہاتھ میں نہ لیتے احقاق حق کا طریقہ ہی ایک ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہ شمشیر بکف ہو کر میدان میں اتر جاؤ باطل سے مقابلہ کرو باطل کو فتح کرو باطل کو نیچا دکھاؤ اور حق کو غالب کرو۔

میرا ایمان ہے یہ محض بات نہیں کرتا میرا یہ ایمان ہے کہ انشاء اللہ العزیز اس سرزمین پر اسلام نافذ ہو گا اس لئے کہ یہ پیش گوئی ہے آقا نامدار ﷺ کی اور ایمان اللہ کے رسول ﷺ پر اعتبار کا نام ہے اس کے علاوہ ایمان کی کوئی حیثیت نہیں ایمان کی ایک ہی تعبیرو تفسیر اور ایک ہی مفہوم ہے میرے نزدیک میری زندگی کا حاصل، میرے مطالعہ کا حاصل، تعلیم کا حاصل، ایمان کی تفسیر اتنی سی ہے کہ اعتبار ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اور غلبہ اسلام جہاد کے بغیر اگر ممکن ہوتا تو حضور ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے لوگ جہاد نہ کرتے دعائیں مانگتے عبادتیں کرتے گوشہ نشین ہوتے۔ ان کی راتیں جائے نماز پر ان کے دن گھوڑے کی پیٹھ پر بسر ہو گئے رب کریم نے فرمایا گھوڑے پر ہی جب وقت ہو جائے نماز کا گھوڑے پر ہی پڑھ لو آدھے لڑتے رہو آدھے دو رکعت پڑھ لو میں دو معاف کرتا ہوں لیکن جنگ میں بھی میدان جہاد میں جا کر سجدے کرو میدان کارزار میں جا کر سجدے کرو یہاں بھی جہاد کے بغیر کوئی گزارہ نہیں ہو گا۔ اس قوم کو دیکھو اللہ اس پر رحم کرے جو بولتا ہے جمہوریت بحال کرو کہاں جمہوریت کونسی جمہوریت کیسی جمہوریت تھی؟ ظالمو! تمہاری تو عزتیں اگلے لوٹ لیتے تھے اور تم بولنے کے قابل نہیں تھے۔

چائے کی پارٹیوں میں لوگوں کی بیویاں شہباز شریف لے گیا اور وہ اف نہ کر سکے یہ جو آج جمہوریت کے راگ آپ الاپتے ہیں اگر یہ باز نہ آئے تو ہم ان کے نام بھی بتائیں گے کہ جو اپنی بیویوں سے ہاتھ دھو کر آ گئے اور فریاد تک نہ کر سکے یہی جمہوریت ہے کہ جو چائے پینے آئے اس کی بیوی بھی لے لی یہ جمہوریت ہے اس کی بحالی کی بات کرتے ہو یہ جمہوریت ہے جو بے نظیر نے دی تھی جس طرح آصف زرداری نے لوٹا تھا یہ جمہوریت ہے کہ ستر میں تو نواز شریف کو آٹا دال کوئی نہیں دیتا تھا اور آج ۹۹ میں دنیا کا امیر ترین انسان ہے اسی کے لئے سارے آسمان کے دروازے کھل گئے اور روزی کے۔ یہی جمہوریت ہے کہ جیل سے نکال کر جو داڑھی والا نظر آئے اسے گولی مار دو یہ سپاہ صحابہ کا ہے اور یہ فلانا ہے کتنے لوگ مرے کتنے شہید ہوئے کتنے بے گناہ مارے گئے جو گھر سے سبزی لینے گیا قتل ہو گیا پتہ نہیں کس نے مارا اس کا قاتل بھی نامعلوم۔ یہی جمہوریت ہے کہ ہر بے بس و بے کس کی عزت بھی لوٹی جائے بدکاری عام کی جائے۔ او ظالمو تمہارے اس ملک میں عورتیں نہیں ہوٹلوں پر لڑکے پیش کئے جاتے ہیں آج بھی اس تبدیلی کے بعد بھی۔ کرتے رہو جمہوریت جمہوریت لیکن انشاء العزیز جہاد ہو گا اور جتنے یہ خناس سر ہیں جن میں یہ فساد گھسا ہوا ہے یہ سر قلم ہوں گے۔ گندا خون بہہ کر اس زمین کو صاف کرے گا تب اسلام نافذ ہو گا کم از کم مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہے کہ یہ کام ایسے ہو جائے گا۔ اگر ایسے ہی ہو جانا ہوتا تو محمد ﷺ میدان کارزار میں نہ اترتے۔ ایسے ہی ہو جانا ہوتا تو آج جو بھی مثبت تبدیلی جہاں آئی جہاں بھی حق آیا باطل کے ساتھ لڑ کر آیا ہے باطل نے بغیر تلوار کی اور کوئی زبان سمجھنا کبھی دنیا میں اس کی تاریخ میں ہے ہی نہیں باطل ایک ہی زبان سمجھتا ہے اور وہ تلوار کی اسی لئے اللہ نے جہاد فرض کیا دعا کرو کہ اللہ ہمیں توفیق دے کہ جب جہاں جہاد ہو ا احقاق حق ہو تو ہم حق کا ساتھ دے سکیں۔ اور باطل کے مقابلے میں اللہ ہماری جانیں اور مال بھی قبول فرمائے۔

بے شک پرویز مشرف صاحب بھی خود کو مغرب کا دوست ثابت کرتے رہیں مغرب بھی جہاد کو فیس کرے گا مغرب کو بھی جہاد سے سابقہ پڑے گا مغرب کو بھی لڑنا ہو گا حق اور باطل آگ اور پانی کے درمیان سمجھوتے اور دوستیاں نہیں ہوتیں۔ دن اور رات میں کوئی رشتہ داری نہیں بنتی۔ ظلمت اور نور اکٹھے نہیں ہوتے اور جہاں بھی مقابلہ ہوتا ہے ایک غالب آتا ہے یہاں بھی مقابلہ ہو گا ظلمت اور منافقت اور بدمعاشی چالوں سے آتی ہے حق اور اسلام اور دین جہاد سے آتا ہے۔ چالبازی سے اسلام نہیں آتا ہیرا پھیری سے حق نہیں آتا حق جہاد سے آتا ہے اور بے دینی بدکاری اور ظلم چال بازی سے باتوں سے سمجھوتوں سے ہیرا پھیری

باقی صفحہ 34 پر ملاحظہ فرمائیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہر حکومت عوام کے "کڑاکے" نکالتی ہے!!

ویسے تو مائی پھلاں کو گاؤں میں کوئی دکھ کوئی تکلیف نہیں تھی، سارے لوگ ہی اپنے تھے، کپڑے لتے بھی تھے، کھانے پینے میں بھی کوئی روک، کوئی ٹوک نہیں تھی۔ وقت گزارنے کے لئے ڈھیر سارے پوتے اور پوتیاں بھی تھیں لیکن اس کے باوجود مائی نے شہر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک لحاظ سے اس کا یہ فیصلہ درست بھی تھا۔ آپ خود سوچئے ایک ستر اسی برس کی بڑھیا جس نے زندگی میں عزت ہی عزت دیکھی ہو ایسے ماحول میں کیسے رہ سکتی ہے جس میں صبح شام اس سے بدتمیزی کی جاتی ہو اور بدکلامی اور بدتمیزی کرنے والا ہو بھی اس کا لاڈلا بیٹا۔ مائی کا فیصلہ درست بھی تھا اور بروقت بھی لہٰذا ایک روز وہ اپنے کپڑے باندھ کر بڑے بیٹے کے پاس شہر چلی گئی لوگوں کا خیال تھا کہ اب مائی کی باقی سانسیں چین سے گزریں گی لیکن وہ چند ہی روز بعد مائی کو واپس آتا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پوچھنے والوں نے وجہ پوچھی تو مائی چادر کے پلو سے آنکھیں پونچھ کر بولی "گاؤں والا صرف گالی دیتا تھا، شہر والا تو مارتا بھی ہے۔"

کل تک میں مائی پھلاں کو کوئی دوسری مخلوق، کوئی فرضی قصہ، کوئی داستان، کوئی کہانی سمجھ رہا تھا لیکن آج سے نہ صرف میں خود مائی پھلاں، پھلاں سا محسوس کر رہا ہوں بلکہ مجھے پورا پاکستان، چودہ کروڑ جیتے جاگتے لوگوں کا پاکستان مائی پھلاں دکھائی دے رہا ہے۔ ایسی مائی پھلاں جو ایک حکومت کی بدکلامی سے گھبرا کر دوسری سرکار کے پاس جاتی ہے تو وہ اسے گالی بھی دیتی ہے اور جوتے بھی مارتی ہے۔ خود فیصلہ کیجئے مائی نے بینظیر کی رخصتی پر کتنا جشن منایا تھا۔ مائی نے نواز شریف کی آمد پر بھی کتنا چراغاں کیا تھا۔ مائی نے نواز شریف کی فراغت پر بھی ڈھول بجائے تھے کتنی مٹھائی بانٹی تھی؟ اس لئے کہ مائی کا خیال تھا کہ بینظیر کی رخصتی اور نواز شریف کی آمد سے اس کی ذلت کا دور ختم ہو جائے گا۔ مہنگائی بے روزگاری، بدامنی اور بے چینی دم توڑ دے گی لیکن مائی کا خیال، خیال ہی رہا لہٰذا جھولی اٹھا اٹھا کر نواز شریف کی رخصتی کی دعائیں کرنے لگی۔ دعائیں قبول ہو گئیں تو مائی نے سکھ کا سانس لیا۔ مائی کو سکھ کا سانس لینا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس کا خیال تھا فوجی حکومت اس کے لئے وہ سب کچھ لائے گی جس کے انتظار میں اس نے دن اضطراب اور راتیں آنکھوں میں کاٹی تھیں لیکن نتیجہ کیا نکلا؟؟

کسی نے خربوزے اور تربوز میں فرق پوچھا تو بتانے والے نے بتایا "تربوز خربوزے سے ذرا سیانا ہوتا ہے۔"

ہماری نئی حکومت اور ہمارے پرانے حکمرانوں میں بھی بس اتنا ہی فرق ہے کہ نواز شریف پٹرول کی قیمتوں میں پندرہ فیصد اضافہ کرنا چاہتا تھا لیکن پرویز مشرف نے دس فیصد کیا گویا یہ لوگ ان سے پانچ فیصد اچھے نکلے۔ امید کی جاتی ہے آنے والے دنوں میں بس ایک اعلان یہ فرق بھی مٹا دے گا جس کے بعد محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے دیر نہیں لگے گی۔

معلوم نہیں اس ملک کی کیا بدنصیبی ہے۔ یہ عوام، یہ لوگ کس جرم، کس گناہ میں پکڑے گئے ہیں کہ یہاں جو بھی حکومت آتی ہے وہ عوام کے لئے ہی بیلنا بن جاتی ہے۔ جو بھی اصلاح احوال کے لئے عنان اقتدار سنبھالتا ہے وہ عوام ہی کے "کڑاکے" نکالنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ کل تک یہ لوگ نواز شریف سے پوچھتے تھے "جناب آپ اور بینظیر میں کیا فرق ہے" آج یہ لوگ جناب پرویز مشرف سے سوال کر رہے ہیں "جنرل صاحب آپ نے اب تک ایسا کیا کیا جو نواز شریف نے نہیں کیا"۔ لوگ نواز شریف سے پوچھنے میں بھی حق بجانب تھے اور انہیں پرویز مشرف سے دریافت کرنے کا بھی پورا حق حاصل ہے کیونکہ انہیں جس طرح بینظیر اور نواز شریف کی حکومتوں میں فرق دکھائی نہیں دیتا تھا انہیں اب پرویز مشرف اور نواز شریف کے فیصلوں میں بھی کوئی چیز مختلف نظر نہیں آتی بلکہ اگر ہم نواز شریف کو تھوڑے بہت رعایتی نمبر دے دیں تو وہ ہمیں موجود حکمرانوں سے زیادہ مضبوط دکھائی دے گا کیونکہ وہ پاؤنے چھ ماہ تک آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کا دباؤ برداشت کر گیا تھا جب کہ ہماری موجودہ حکومت تو صرف دو ہی ماہ میں پٹرول کی قیمتیں وہاں لے آئی جہاں عوام کے لئے جسم اور روح کا رشتہ برقرار رکھنا ممکن نہیں رہا۔ بھائی صاحب آپ تو مائی پھلاں کے ساتھ ایسا نہ کریں۔

ہو سکتا ہے کہ جناب اسحاق ڈار کی طرح جناب شوکت عزیز کے پاس بھی اس کی سو سو تاویلیں، سو سو دلیلیں ہوں لیکن سوچنے اور سوچ کر پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ اتنا ہی ناگزیر تھا تو پھر آپ یہ فریضہ جناب اسحاق ڈار ہی کو ادا کرنے دیتے۔ وہ پوری مہارت کے ساتھ یہ فرض انجام دے رہے تھے، آپ ناحق کوئلوں کے بیوپار میں آ پھنسے۔

کسی شہر میں مردوں نے گورکن کیخلاف جلوس نکال دیا۔ انتظامیہ نے وجہ دریافت کی تو مردوں نے شکایت کی "گورکن ان کے کفن چوری کر لیتے ہیں۔" انتظامیہ نے گورکن بدل دیئے لیکن مردوں نے چند ہی دنوں میں پرانے گورکنوں کی بحالی کی تحریک چلا دی۔ انتظامیہ نے وجہ پوچھی تو مردے کہنے لگے "پہلے کم از کم مٹی تو ڈال دیتے تھے، یہ کفن بھی چوری کر لیتے ہیں اور جاتے ہوئے قبریں بھی کھلی چھوڑ جاتے ہیں۔"

تحریر جاوید چودھری

www.naqshbandiaowaisiah.com

گزشتہ ہزاری کے اہم واقعات

گزشتہ ہزاری میں دنیا کے حالات میں کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں ان تبدیلیوں نے انسانی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کئے' ذیل میں گزشتہ ہزاری کے کچھ واقعات پیش کئے جارہے ہیں جن سے ماضی کے لوگوں کے رہن سہن اور تہذیب و تمدن کے بارے معلومات ملتی ہیں۔ امید ہے قارئین استفادہ کریں گے۔

علوم و فنون کے بے پایاں سمندروں میں جب مسلمان غواصی کر رہے تھے اس وقت یورپ کے سارے شہروں' گلیوں اور بازاروں کو جہالت اور کم علمی کے گہرے سایوں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا یہ وہ دن تھے جب سپین کے صرف ایک شہر قرطبہ میں ستر لائبریریاں تھیں۔ اس اقلیم بے مثال میں سایہ دار پختہ گلیاں اور بازار روشنی سے جگ مگ کرتے اور شہر زندگی کی ہماہمی سے معمور تھے۔ سپین میں اسلامی اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلمانوں کی علمی میراث سے عیسائی حکمرانوں نے جو سلوک کیا وہ علم و آگہی کے قتل عام کی ایک دل دوز داستان ہے۔ مسلمانوں کے دور آخر میں یہاں بنو نصر کے ساتویں حکمران یوسف ابوالحجاج (1333-1354) نے غرناطہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔ علم کا یہ قریہ اپنی ستر لائبریریوں' سترہ اعلیٰ اور دو سو ابتدائی مدارس کے لئے ساری دنیا میں معروف تھا۔ اس کے سات سو برس بعد تک لندن کی کسی گلی میں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کئی صدیوں بعد تک پیرس میں کچی گلیاں تعفن اور سڑاند کا نمونہ بنی ہوئی تھیں۔ آج سے 250 برس پہلے تک دنیا کے موجودہ امیر شہروں کا حال برا تھا۔ صنعت و تجارت کا موجودہ چلن ان سارے شہروں میں معدوم تھا۔ بااثر برطانوی جریدے اکانومسٹ کی رپورٹ کے مطابق ان سارے شہروں میں دو پیشے ہی رائج تھے عصمت فروشی اور گداگری۔ 1200 عیسوی' 1500 عیسوی' حتیٰ کہ 1700 عیسوی تک بھی لوگ گھروں میں ہی کام کرتے تھے۔ فیکٹری کا وجود 1770 میں ہوا۔ لوگ بارہ اور تیرہ کی تعداد میں مل کر کام کرتے تھے۔ 1600 عیسوی تک کسی بھی یورپی شہر کا تاجر اپنی دکان کے اوپر رہائش پذیر تھا کاریگر اس کے گھر میں ہی کام کرتے' ان کام کرنے والوں میں تاجر کی بیوی اور بچے بھی شامل ہوتے تھے۔ انگلینڈ کے ایک عام گھر میں دو ملازموں کی رہائش کا انتظام بھی ہوتا تھا۔ اس "تاجر" کے بیٹے کسی امیر کے گھر میں کام کرتے تھے۔ 1200 عیسوی تک انگلینڈ میں غلاموں کی تجارت عام تھی۔ غلاموں سے کام لینے کا رواج یہاں 1500 عیسوی تک رہا۔ یہ چلن فرانس میں 1789' اسٹروہنگری میں 1848 اور روس میں 1861 تک عام تھا۔ انگریز کا اپرنٹس آقا کے ساتھ سات برس تک کام کرتے رہنے کا پابند تھا اسے آقا کے گھر میں ہی رہنا ہوتا تھا' کپڑا لتا اور کھانا آقا سے ملتا تھا مگر تنخواہ نام کی کوئی بات موجود نہ تھی۔

پورے یورپ میں کپڑا بننے کا کام دیہی علاقوں کے لوگ ہی کرتے تھے 1563 میں جو قانون انگلینڈ میں موجود تھا اس کے تحت روزانہ کام کے اوقات 14 گھنٹے کے تھے 300 برس بعد تک فیکٹری مالکان انہی اوقات کے مطابق کام لیتے رہے۔ 1820 کی جرمن فیکٹریوں میں سولہ گھنٹے کام لیا جاتا تھا 1830 تک فیکٹری مالکان دس گھنٹے روزانہ کام کے خلاف متحد رہے میں قانون کے تحت کارکنوں کو کچھ رعایت ملی جرمنی میں 1871 میں جاکر اوقات کار روزانہ بارہ گھنٹے مقرر ہوئے۔ اکانومسٹ کی رپورٹ کے مطابق جان رسکن نے مزدوروں کے اوقات کار کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا "محنت تقسیم نہیں ہوئی' انسان تقسیم ہوا ہے' نسان کو مشین کا پرزہ نہیں انسان ہی رہنے دیا جائے۔" فرانس کی کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے بچوں کو ڈسپلن کی خلاف ورزی پر پانچ کوڑے مارے جاتے تھے۔ برطانیہ کی کانوں میں عورتیں بھی کام کرتی تھیں۔ 1848 میں جب فرانس میں روزگار سکیم ناکام ہوئی تو کئی عورتوں نے عصمت فروشی کا پیشہ اختیار کرلیا۔ 1911 تک برطانیہ کی 39 فیصد عورتیں دوسروں کے گھروں میں کام کرتی تھیں۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے اندلس علم سے تہی تھا اس دور کے کسی عالم کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا۔ مسلمانوں کے زیر نگیں آتے ہی یہ پورا علاقہ علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ علم کے فروغ کا یہی سلسلہ بعد میں چل کر یورپ میں احیائے علوم کی بنیاد بنا۔ عبدالرحمان الناصر کا جانشین حکم ثانی (961-978) اندلس ہی نہیں عالم اسلام کے بڑے علما میں سے ایک تھا۔ حکم ثانی اور اس کے بھائی نے اپنے والد کی زندگی میں ہی الگ الگ لائبریریاں قائم کی ہوئی تھیں جو بعد میں شاہی لائبریری کا حصہ بنیں۔ حکم ثانی نے اس میں ہزاروں نئی کتابیں شامل کیں اس کے کارندے دنیائے اسلام کے اطراف و اکناف میں گھوم پھر کر مخطوطات اور ان کی نقلیں حاصل کرتے تھے۔ قرطبہ ہی کے ایک اہل تعلیم اور قاموس نگار محمد بن الحسین نہری اور محمد بن معمر نادر کتب کی نقلیں تیار کرنے پر مامور تھے۔ یوسف ابلوطی

'ابوالفضل بن ہارون' ظفر بغدادی' عباس بن عمرو اور متعدد دوسرے اہل دانش بھی کتابوں کی نقلیں تیار کرنے کا کام کرتے تھے۔ بغداد کے ابن یعقوب الکندی' محمد بن طرحان اور مصر کے ابن سابان حکم ثانی کی شاہی لائبریری کے لئے دور و نزدیک سے کتابیں حاصل کرتے۔ مقری کا کہنا ہے کہ عراق میں اصبہانی (897-967) جن دنوں اپنی کتاب الاغانی تحریر کرنے میں مصروف تھے کہ ہم کو اس کی خبر ہوئی جس پر اس نے کتاب کا پہلا نسخہ حاصل کرنے کی غر ے اس کے پاس ایک ہزار درہم بھیجے۔ مصر کے شاہی کتب خانے میں العزیز (متوفی 996) کے دور میں اندازاً" دو لاکھ کتابیں تھیں۔ بغداد کا سرکاری کتب خانہ بھی عظیم الشان تھا۔ المشفر کتب کی لائبریری میں 1232 عیسوی کے لگ بھگ 80 ہزار کتابیں تھیں۔ 400 سال بعد فرانس کے بادشاہ چارلس نے جو لائبریری بنائی وہ اس میں صرف 900 کتابیں جمع کر سکا جو زیادہ تر مذہبی تھیں مگر الحکم کی لائبریری میں چار لاکھ سے زیادہ کتابیں تھیں۔ ان کی فہرست 44 جلدوں پر مشتمل تھی جب اس لائبریری میں مزید جگہ نہ رہی تو اسے دوسرے جگہ منتقل کرنا پڑا۔ اس کام میں چھ ماہ صرف ہوئے۔

ستارے رو رہے تھے

اندلس اور سسلی سے ہوتا ہوا مسلمانوں کا علمی خزانہ یورپ میں پہنچا جس نے یورپ میں احیاء علوم کی بنیاد رکھی قرآن مجید کے ہزاروں نسخے ان کی تفسیریں اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

ان پر فلسفیانہ تنقید ان کتابوں میں شامل تھی عیسائی فوجی سارے نادر مخطوطے جن پر اندلس کی اپنی عمارت تعمیر تھی بے دھنگی پوٹلیوں میں باندھ کر سڑکوں پر کتابوں کی فصلیں کھڑی کرتے رہے۔ بڑے سلیقے سے جلد کی ہوئی اور مصور کتابیں جزیدہ نمائے عرب کے فن کا شاہکار تھیں جس کے مقابلے میں عیسائی دنیا کی خانقاہیں ہیچ تھیں۔ سپین پر قبضہ کرنے والے عیسائیوں کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی تہذیب کو یکسر مٹانے کے لئے ضروری ہے ان کی کتابیں نذر آتش کردی جائیں۔ جب عربی میں لکھی کتابیں شعلوں سے راکھ میں تبدیل ہو رہی تھیں تو لگتا تھا ستارے آنسو بہا رہے ہیں۔

گزشتہ صدی کے اوائل تک خواتین بھیڑ بکری کی طرح بکتی رہیں

گزشتہ ہزاری کے دوران جہاں دنیا میں بیش بہا ترقی ہوئی وہاں خواتین کی سماجی و اقتصادی صورتحال بھی یکسر تبدیل ہوگئی اور آج خواتین جو مختلف ممالک میں سربراہ حکومت اور بڑی بڑی کمپنیوں کی سربراہ ہیں ان کی حالت گزشتہ ہزاری کے دوران انتہائی دگرگوں تھی نہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور مال مویشی کی طرح ان کی خرید و فروخت ہوتی تھی ان کی کم عمری میں شادیاں کر دی جاتی تھیں سولہویں کا ایک یورپی شاعر خواتین کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ خواتین بہت قیمتی چیز ہیں ۔ہ ہمارے کپڑے دھوتی ہیں۔ ہمارے بچوں کو کھلاتی ہیں در انہیں آرام دیتی ہیں اس کے باوجود ان کی کوئی قدر نہیں اور ان کی حالت بڑی خراب ہے وہ لکھتا ہے خواتین دن رات اپنے آدمیوں کی خدمت کرتی ہیں اور اس کام میں وہ اپنی تمام تر توانائیاں صرف کردیتی ہیں اس کے باوجود ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جبکہ گزشتہ صدی کے شروع تک یورپی خواتین پر تشدد معمول کا حصہ تھا جبکہ بعض ایشیائی معاشروں میں آج بھی انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور انہیں بنیادی حقوق بھی حاصل نہیں۔ انھارویں صدی میں روس میں جب کسی لڑکی کا ہاتھ مانگا جاتا تو کہا جاتا تھا کہ تمہاری لڑکی ادھر ادھر کودتی پھرتی ہے ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ بعض اوقات تو اس کے انگ انگ کا جائزہ لیا جاتا تھا کہ کہیں اس میں کوئی نقص تو نہیں اور لڑکی کا رشتہ مانگنے کے لئے آنے والی خواتین انہیں علیحدگی میں عریاں کرکے دیکھتی تھیں۔ بڑے بڑے انگریز خاندانوں میں خواتین کو اشیائے صرف کی طرح استعمال کیا جاتا تھا اور صرف بیس ویں صدی کے آغاز پر انہیں علیحدہ صنف جانا گیا جبکہ دنیا کے بعض علاقوں میں آج بھی خواتین کو کوئی حقوق حاصل نہیں۔ برطانیہ میں 17 ویں صدی تک لڑکیوں کی شادی بچپن میں کردی جاتی تھی اور صرف 1920 میں برطانوی حکمرانوں نے بھارت میں کم سنی میں شادی کو غیر قانونی قرار دینے کی جرات دکھائی۔ انھارویں صدی کی ترک خاتون کے بارے میں ایک شخص نے لکھا کہ وہ گدھے کی طرح لدی ہوتی اور اس کا چہرہ چھپا ہوتا اور اس سے کہا جاتا کہ وہ تمام اشیاء شہر میں فروخت کرکے آئے۔ تاہم آج ان کی حالت دیگر

باقی صفحہ نمبر 25 پر

20صدی کی اہم ایجادات

سال	ایجاد	موجد	تعلق
1904	ٹریکٹر	ہالٹ	امریکہ
1907	ویکیوم کلینر	اسپینگلر	امریکہ
1913	ایکسرے ٹیوب	کوج	امریکہ
1914	ملٹری ٹینک	SWINTON	امریکہ
1916	کونٹیکٹ لینس	TUOHY	امریکہ
1917	الیکٹرک ریزر	SCHICK	امریکہ
1924	لاؤڈ اسپیکر	Rice\Kellogg	امریکہ
1928	کلر ٹی وی	BAIRD	اسکاٹ لینڈ
1930	اسکاچ ٹیپ	DREW	امریکہ
1931	الیکٹرونک مائیکروسکوپ	KNOLL\RUSKA	جرمنی
1938	فوٹو کاپیئر	CARLSON	امریکہ
1939	ہیلی کاپٹر	SIKORSKY	امریکہ
1940	راڈار	واٹسن واٹ	اسکاٹ لینڈ
1942	الیکٹرونک کمپیوٹر	Atana Soff\Berry	امریکہ
1947	مائیکروویواوون	اسپینسر	امریکہ
1947	ٹرانزسٹر	شوکلے / براٹائن	امریکہ
1969	کیسٹ / ویڈیو ٹیپ	سونی	جاپان
1970	فلاپی	ڈاکٹر ناکامائس	امریکہ
1971	مائیکروپروسیسر	انٹیل کارپوریشن	امریکہ
1972	ویڈیو ڈسک	فلپس کمپنی	ہالینڈ
1972	سی ڈی	RCA	امریکہ
1973	سی ٹی اسکین	HOUNSFIELD	انگلستان
1973	مائیکرو کمپیوٹر	TRUONG	فرانس
1978	گن سائٹسنر	میلسم ایچ پی	امریکہ
1979	سی ڈی پلیئر	سونی / فلپس کمپنی	جاپان
1982	مصنوعی دل	JARVIK	امریکہ
1987	کمپیوٹر لیپ ٹاپ	SINCLAIR	انگلستان

www.naqshbandiaowaisiah.com

مجلس ذکر

تحریر۔ پروفیسر عبدالرزاق

مراقبات ثلثہ کے بعد دوائر محبت آتے ہیں دائرہ کا لفظ سنتے ہی ذہن مرکز کی طرف منتقل ہوتا ہے کیونکہ مرکز ہی سے دائرہ کی تشکیل ہوتی ہے دائرہ کا محیط خواہ کتنا طویل ہو لامحالہ مرکز کے گرد ہی گھومنا پڑتا ہے گویا مرکز اور دائرہ لازم و ملزوم ہیں

دائر محبت اول میں وظیفہ ہے

یحبھم و یحبونہ

اس وظیفہ کے الفاظ کی ترتیب میں ایک نکتہ ہے ایک طرف سے ابتدا ہو رہی ہے دوسری طرف سے رد عمل، یعنی ابتدا ہی نہ ہو تو رد عمل کیونکر ہو اس وظیفہ کا عمل ایک مثال سے سمجھئے اس نقشے پر غور کیجئے۔

یحبھم کا فاعل مرکز ہے۔مرکز سے محبت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں اور دائرے میں پھیل کر محیط کی طرف جا رہی ہیں۔دائرہ میں محیط تک مخلوق ہے جہاں سے یحبونہ کا رد عمل ہوتا ہے خالق سے مخلوق کی طرف تو بلا امتیاز محبت کی روشنی پھیلتی ہے مخلوق میں کوئی باغی ہو یا اطاعت شعار چھوٹا ہو یا بڑا۔ مرد ہو یا عورت، گورا ہو یا کالا خالق کی محبت کا اثر ہر ایک پر پہنچتا ہے۔پوچھو گے وہ کیسے؟ خالق نے تمہیں پیدا کیا۔ تمہاری پرورش کے لئے ماں باپ کے دل میں تمہاری محبت رکھ دی ورنہ ایک انسان کے بچے کو پالنا محبت کے جذبے کے بغیر ممکن ہی نہیں۔پھر تمہاری زندگی کی ضروریات کائنات میں پھیلا دیں پھر اس کائنات سے اپنی ضروریات حاصل کرنے کی صلاحیت تمہارے اندر پیدا کی یہ اعضاء دیئے جن

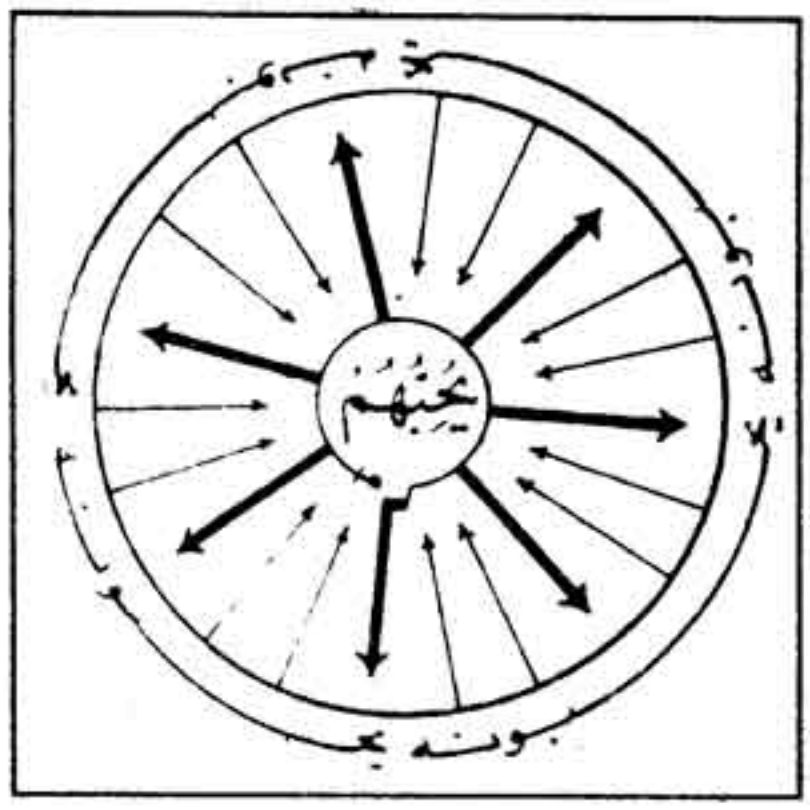

سے تم کار زار حیات میں اسلحہ کا کام لیتے ہو۔ سوچو کیا یہ محبت کے کرشمے نہیں۔ کیا انعامات و احسانات کی اس بارش میں کبھی یہ دیکھا جاتا ہے کہ کس کھیت میں برسے اور کہاں سے بے برسے گزر جائے کھلی آنکھوں سے کوئی دیکھے تو کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یحبھم کا عمل بلا امتیاز ہوتا ہے مگر اس بارش کی قسم کا ایک اور ابر بہاری بھی ہے اور وہ ہے ہدایت کی بارش اور وہ تو اس محبت کی واضح دلیل ہے وہ ابر بہاری ہر کھیتی پر برستا ہے مگر ہر طرف اس کا استقبال یکساں نہیں ہوتا کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس بدلی کی پہلی چمک دیکھ کر ہی اپنے برتن الٹے کر دیتے ہیں کہ بدلی برسے تو ایک قطرہ بھی ہمارے برتن میں نہ آنے پائے۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ بدلی اٹھی اور برتن لے کر کھلے میدان میں آگئے اور جب بدلی برسی تو لپک کے اس کا ہر قطرہ سمیٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف سے یحبھم کا رد عمل ویحبونہ کی صورت میں ہونے لگا بلکہ ہم ضمیر کا اصل مرجع ہی یہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طرف سے رد عمل یحبونہ کی صورت میں ہونے لگا۔

یحبھم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء ادھر سے ہوتی ہے یعنی وہ بلاتے ہیں تو کوئی آتا ہے وہ بلائیں نہیں تو آئے کون۔ وہ پٹ کھولتے ہیں تو داخلہ ملتا ہے وہ دروازہ ہی بند کر دیں تو کوئی داخل ہی کیسے ہو۔ وہ جذب کریں تو کوئی کھچا چلا آئے۔ ادھر سے کشش نہ ہو تو ادھر سے حرکت کیسے ہو مگر کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی بھاگتا ہے اور اس پر کمندیں ڈالی جاتی ہیں اور کوئی پاس رہ کر بھی محروم رہتا ہے۔ عمر کو بت خانہ سے کھینچ کر قدموں میں لا بسایا اور عبداللہ بن ابی مسجد نبویؐ میں رہ کر

www.naqshbandiaowaisiah.com

محروم رہا۔ مگر یہ کلیہ نہیں بلکہ اصول یہ ہے کہ ادھر سے بلاوا تو آتا ہے مگر ادھر بڑھنے کے لئے ادھر سے ارادہ بھی تو پیدا ہو اور قدم تو حرکت میں آئیں۔

یعنی یحبونہ کا رد عمل اس طبقے کی طرف سے ہوتا ہے جو ہدایت کی بارش کا ہر قطرہ سمیٹنے کے لئے اپنے قلب کی طرف کا رخ سیدھا کر کے عرصہ حیات میں آکھڑے ہوتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عمل ہوتا کیونکر ہے۔ دیکھو ایک چراغ روشن کرو اس کے گرد کچھ فاصلے پر آئینے پر عکس پڑتا ہے یعنی کرنیں آئینہ میں منعکس ہو کر لوٹتی ہیں گویا عمل انعکاس شروع ہے تو اب ان آئینوں کو ہٹا کر میلے کچیلے شیشے کے ٹکڑے یہاں رکھو دیکھو چراغ سے کرنیں تو اسی طرح پھوٹ رہی ہیں مگر ان میلے ٹکڑوں کا یہ حال ہے کہ نہ شعاعوں کو جذب کرتے ہیں نہ عمل انعکاس ہوتا ہے یہ کیوں؟ اس لیے کہ گو وہ شیشے کے ٹکڑے ہیں اگر صاف ہوتے تو کم از کم ان سے روشنی کی کرنیں پار تو ہو جاتیں مگر یہ اس قدر میلے ہیں کہ یہ عمل بھی نہیں ہوتا۔ اور اگر مجلی ہوتے تو یہ کرنیں منعکس ہو کر ماحول کو اور زیادہ روشن کر دیتیں۔

بس اسی مثال سے سمجھو کہ سالک نے اب تک آئینہ قلب کے تجلیہ میں کوشش صرف کی اپنے قلب کو اس قابل بنا لیا کہ اب اس میں محبت کی کرنیں پڑیں تو عمل انعکاس شروع ہو جائے اور محبت کی کرنیں سیدھی مرکز کی طرف دوڑنے لگیں ہاں یہ خوب سمجھ لو کہ محبت کی کرنیں جب منعکس ہوتی ہیں تو ان کا عمل دو طرح کا ہوتا ہے اصل میں تو لوٹ کر مرکز کی طرف جاتی ہیں۔ مگر دوران سفر ماحول کو بھی منور کرتی چلی جاتی ہیں ان کا زاویہ انعکاس، زاویہ وقوع سے الٹے رخ نہیں ہوتا اور نہ یہ مرکز گریز ہوتی ہیں۔ سالک نے آئینہ قلب کو پہلے صیقل کر رکھا ہے جانتے ہو کس تدبیر سے؟ ہاں تدبیر وہی ہے جو اس عظیم صیقل گر نے بتائی جس نے کروڑوں دلوں کو خود صیقل کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ

لکل شیی صقالته و صقالته القلوب ذکر الله

ہر چیز کے صیقل کرنے کی تدبیر مختلف ہوتی ہے مگر ہوتی ضرور ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کے ذکر سے ہوتا ہے تو سالک نے جب اپنے دل کو صیقل کر لیا تو اب اس کے قلب سے یحبھم کے جواب میں ایک گونج اٹھتی ہے ویحبونه تو معلوم ہوا یحبھم کے جواب میں و یحبوبه کی آواز اس وقت اٹھتی ہے جب آئینہ قلب کو صیقل کیا جا چکا ہو۔

پھر دیکھو مقناطیس کا ایک بہت بڑا ٹکڑا رکھ کے اس کے قریب لوہے کا ایک ایسا ٹکڑا رکھو جس پر زنگ کی تہیں جم چکی ہوں دیکھو کیا مقناطیس کی کشش اسے اپنی طرف کھینچتی ہے؟ ہرگز نہیں! اب ذرا اسے ہٹا کر ایک صاف ستھرے فولاد کے ٹکڑے کو رکھو یا اسی ٹکڑے پر ریتی یا ریگمال سے رگڑائی کر کے اس کا زنگ دور کرو۔ جب بالکل صاف ہو جائے تو اسے مقناطیس کے قریب رکھو دیکھو کھچا آرہا ہے کیوں؟ اسلیے کہ گو ٹکڑا وہی ہے مگر زنگ دور ہو چکا ہے اس لیے جذب و انجذاب کا عمل شروع ہو گیا۔

یہی حالت انسانی قلب کی ہے انسان جب اپنے خالق سے بغاوت کر بیٹھتا ہے تو اس کے قلب پر زنگ جم جاتا ہے اس کی خبر خود خالق نے دی کہ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانو یکسبون یعنی ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے قلوب پر زنگ کی تہیں جم گئیں جب ذکر الٰہی کی کثرت سے اور اس ریتی سے دل کو رگڑا جاتا ہے تو زنگ دور ہو گیا اب وہ دل اس قابل ہو گیا کہ جب یحبھم کی مقناطیس اسے کشش کرے گی تو یحبونه کہتا ہوا اس کی طرف دوڑنا شروع کر دے گا۔

فلسفہ اجتماع والوں نے تعلق

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے درجے متعین کئے ہیں جو کوئی ان کی ایجاد نہیں بلکہ مسلسل مشاہدات کا حاصل ہے۔ تعلق کے مدارج کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ میلان' رجحان' شوق یا دلچسپی' محبت' عشق اور جنون یعنی تعلقات کے سلسلے میں دو قسم کے تجربے ہوتے ہیں تعلقات کا بڑھنا یا گھٹنا اور ان دونوں کی وجوہات ہوتی ہیں۔ اسی طرح سالک کو ابتداء میں بندے اور رب کے درمیان تعلقات کا احساس پیدا ہوتا ہے پھر اس کے اندر تعلق قائم کرنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے یعنی میلان ہے پھر اس کے اندر آگے بڑھنے کا خیال پیدا ہوتا ہے یہ رجحان ہے پھر اس تعلق کے قائم کرنے کی تدبیروں اور اس کے متعلق باتیں کرنے اور سننے کا شوق پیدا ہوتا ہے پھر یہ شوق اسے کشاں کشاں بحر محبت میں شناوری کے لئے لا کھڑا کرتا ہے زبان وحی میں یہی درجہ مطلوب ہے۔ عشق اور جنون کا لفظ قرآن کریم میں غالبا کہیں نہیں آیا ہاں حدیث نبویؐ میں یہ آیا ہے کہ

اکثر و ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون

مگر اس اسلوب میں بھی عجیب نکتہ ہے کہ حتی تکونوا مجنون کہ کہنے والے تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے ہمیشہ محبت کو جنون ہی کہا ہے حالانکہ اس سے بڑھ کر کسی اور فرزانگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بہر صورت سالک نے اپنے لطائف منور کئے مراقبات ثلاثہ کئے یعنی میلان' رجحان' اور دلچسپی کے مراحل سے گزار اور چونکہ آگے بڑھ رہا ہے اس لیے لازما محبت کی منزل آنی چاہیے مگر منزل پر پہنچنے سے پہلے محبت کے دائرے میں داخل ہو اس لیے اس مقام پر سالک کو دائرہ محبت میں لا کر محبت کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے۔

سلیقہء محبت میں پہلی بات یہ سکھائی جاتی ہے کہ محبوب کے انتخاب میں احتیاط اور عقل مندی سے کام لو' تم جسے محبوب بنالو گے کیا ضروری ہے کہ وہ بھی تم سے محبت کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مخلوق میں تم جسے بھی محبوب بناؤ گے وہ فانی ہو گا۔ فانی کی محبت کی کیا خوشی' پھر جسے تم محبوب بناؤ گے وہ خود کسی نہ کسی پہلو سے محتاج ہو گا۔ تو کسی مطلب پرست کو محبوب بنانے میں کون سی دانشمندی ہے اسلیے تم محبوب بناؤ تو اسے جو خود تم سے محبت کرتا ہے جو باقی ہے فانی نہیں' جو بے نیاز ہے محتاج نہیں اسکی کوئی غرض تم سے وابستہ نہیں اس لیے اول قدم پر یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ یحبھم وہ ایسا محبوب ہے کہ پہلے وہ تم سے محبت کرتا ہے

دوسرا سلیقہ یہ سکھایا جا رہا ہے کہ جب وہ محتاج بھی نہیں فانی بھی نہیں اور محبت میں پہل کرتا ہے تو شکر گزاری کا تقاضا یہ ہے' وفاداری کا مطالبہ یہ ہے' نیاز مندی کا مقتضی یہ ہے کہ تم اسی سے محبت کرو۔ لہذا کہلایا جاتا ہے و یحبونہ ایسے محبوب کے ساتھ محبت کے جواب میں محبت نہ کرنا بے دانشی بھی کم نصیبی بھی ہے' بے وفائی بھی ہے اور اس میں ہلاکت بھی ہے۔

تیسرا سلیقہ یہ سکھایا کہ پلٹ کر ذرا دائرہ محبت کو دیکھو۔ محبوب کی طرف سے جب یحبھم کا عمل شروع ہوا تو چاہنے والے ایک تو محبوب سے دور تھے دوسرا ایک دوسرے سے بھی دور تھے جوں جوں مرکز کی طرف بڑھنے لگے وہ نہ صرف محبوب کے قریب ہونے لگے بلکہ ایک دوسرے کے قریب بھی آنے لگے گویا محبوب کی محبت میں ترقی کے ساتھ ساتھ مخلوق کا باہمی قرب بھی بڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ حقیقی محبت جہاں ہو گی وہاں صرف قرب محبوب ہی حاصل نہ ہو گا بلکہ اس محبت کی خاصیت یہ ہے کہ چاہنے والوں میں بھی باہمی قرب بڑھنے لگتا ہے اگر یہ نہیں تو یا یہ محبت کچی ہے یا سرے سے محبت ہی نہیں بوالہوسی ہے کیونکہ حقیقی محبت رقابت کے جذبات پیدا ہی نہیں ہونے دیتی۔

محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد

www.naqshbandiaowaisiah.com

بطوف شمع ای پروانہ با پروانہ ی سازد

اس دائرہ کی تربیت کے دوران سالک کے لطیفہء نفس کے سامنے ایک نورانی دائرہ محسوس ہوتا ہے ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ خواہش کرنا نفس کی خاصیت ہے ہر خواہش محبوب اور مرغوب تو ہوتی ہے مگر خواہش کا کوئی خاص امتیازی مرکز بن جائے تو انسانی کوشش اسی کے گرد گھومتی ہے اس سبق میں سالک کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ نفس کو اپنی خاصیت سے محروم نہیں کر سکتے مگر اتنا کرو کہ اس کی خواہش کا مرکز "فانی" سے بدل کر "باقی" بن جائے جب مرکز بنے گا تو محبت لازماً پیدا ہو گی اور "باقی" سے محبت پیدا ہو جانا ہی مقصود اصلی ہے۔

اس مراقبے کا مقتضی کیا ہے؟ یہی کہ محبت اپنا اثر دکھائے محبت کی خاصیت یہ ہے کہ محبت کرنے والا محبوب کے تابع ہو جائے اور اس کا مشاہدہ تو فانی کی محبت میں بھی ہوتا ہے۔ ہر شخص کی بات ٹالی جا سکتی ہے مگر محبوب کی بات کسی صورت میں بھی ٹھکرائی نہیں جا سکتی اور محبوب کو خوش کرنے کیلئے انسان' جان' مال' عزت و آبرو ہر چیز کی قربانی دے سکتا ہے اور دیتا رہتا ہے اسلیے اب سالک کی عملی زندگی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بات صرف اپنے رب کی اپنے محبوب کی مانتا ہے اسکے مقابلے میں کسی کی بات کی پرواہ نہیں کرتا مگر یہ ماننا ضابطے کی کاروائی نہیں ہوتی بلکہ بات مانتا ہے اور محبت کے جذبے کے ساتھ تعمیل کرتا ہے نبی کریمؐ نے محبت کی علامت' محبت کا معیار یہی بتایا ارشاد ہے۔

من احب سنتی فقد احبنی

یعنی جسے میرے طریقے پر چلنا پسند۔ جو میری بات دل سے مانتا ہے اسے واقعی میرے ساتھ محبت ہے۔ بات مانے نہیں' سنت کی پیروی کا جذبہ نہ ہو اور دعوی محبت کا کرے تو وہ جھوٹا ہے یہ محبت نہیں محبت کا بہروپ ہے محبت کی ایکٹنگ ہے خود فریبی ہے۔

محبت اور اتباع یا اطاعت کا تعلق یوں سمجھئے کہ محبت سٹیم ہے اور یہ جسم انجن ہے اور اعضاء جسمانی اس انجن کے کل پرزے ہیں اس انجن کے چلنے کی تین صورتیں ہیں

اول سٹیم نہیں مگر انجن صحیح سالم ہے کل پرزے پہیے درست ہیں مگر چلے گا کیسے؟ ایک ہی طریقہ ہے کہ ٹھیلے کی طرح اسے دھکیلتے چلو' دھیرے دھیرے چلتا رہے گا جب دھکیلنے سے تھک گئے' انجن رک گیا۔ محبت کے بغیر اعمال کی یہی صورت ہوتی ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ سٹیم بھی ہے اور انجن کے کل پرزے بھی درست ہیں اب تو یہ انجن اڑا چلا جائے گا یہ محبت کی سٹیم اسے رکنے نہ دے گی

ان دونوں صورتوں میں اس امر کی ضرورت ہے کہ انجن پٹڑی پر چلے اگر پٹیڑی سے اتر گیا تو دھکیلے سے چلے گا نہ سٹیم سے' ہاں اتنا ضرور ہے کہ سٹیم ہوئی تو کھڑا کھڑا سیٹیاں بجاتا رہے گا شوں شوں کرتا رہے گا۔ جسے منزل پر پہنچنا ہو وہ بھلا ان سیٹیوں سے اور شوں شوں سے کب مطمئن ہو سکتا ہے تو اس راہ میں محبت سٹیم ہے اور پٹری اتباع سنت کی صراط مستقیم ہے اگر سنت پیش نظر نہیں تو بس سیٹیوں اور شوں شوں سے دل بہلاتے رہو منزل پر نہیں پہنچ سکتے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ انجن صحیح سالم ہے مگر نہ پٹڑی ہے نہ سٹیم تو ظاہر ہے کہ اس کی حیثیت بس درشنی انجن کی ہے یہ میوزیم میں تو رکھا جا سکتا ہے مگر کسی کام نہیں آسکتا۔

سٹیم کے ہونے اور نہ ہونے میں ایک فرق ضرور ہے کہ اگر سٹیم نہیں تو دھکیلا جارہا ہے اور پٹڑی سے اتر گیا ہے تو معمولی نقصان ہو گا اور اگر سٹیم سے اڑا جارہا ہے اور پٹڑی سے اتر گیا ہے تو اسکے پرزے ڈھونڈے نہیں ملیں گے۔

سالک کو اس خطرے سے آگاہ رہنا چاہیے کوشش یہ ہو کہ اتباع سنت سے انحراف نہ ہو۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

دائرہ محبت اول کے بعد دائرہ محبت دوم ہے۔یہ پہلے دائرے سے بڑا ہے اس کا وظیفہ بھی یہی ہے یحبھم و یحبونہ یعنی محبت الٰہی میں ترقی ہو رہی ہے اس کی وسعت بڑھ رہی ہے قرب الٰہی میں اضافہ ہو رہا ہے

پھر دائرہ محبت سوم ہے یہ دائرہ پہلے دونوں دائروں سے بڑا ہے گویا محبت کی وسعت لامحدود ہوتی جا رہی ہے اس کا وظیفہ بھی یہی ہے یحبھم و یحبونہ یعنی بات حُبّ سے اشدحباللہ کی طرف بڑھ رہی ہے۔

کام کرنے اور محبت سے کام کرنے میں فرق ہے کام خواہ کیسا ہو محنت چاہتا ہے مجاہدہ کا مطالبہ کرتا ہے اور مجاہدہ نفس کو شاق گزرتا ہے نفس تولذت اور سہل انگاری کا رسیا ہے وہ محنت سے بھاگتا ہے مجاہدہ کانام نہیں لیتا اسے شراب محبت پلاؤ اسے محبت کا انجکشن دو جب محبت کانشہ اس پر سوار ہو جائے گا تو اسے مجاہدہ شاق نہیں گزرے گا اس کے لئے محبوب کی بات ماننا آسان ہو جائے گی محبت ایک ایسی طاقت ہے کہ اس کے سامنے پہاڑ بھی مٹی کا ایک ڈھیر بن جاتے ہیں میدانوں کی وسعتیں سمٹ جاتی ہیں طوفانوں کے رخ مڑ جاتے ہیں اس لیے سالک کو محبت الٰہی کے نشے سے سرشار کیا جاتا ہے تاکہ اس کانفس اپنے محبوب کی بات سننے اور ماننے کے لئے بے تاب ہو جائے

اللہ تعالیٰ کا تعلق اپنے بندے سے ضابطے کا نہیں بلکہ محبت کا ہے قرآن حکیم کا مطالعہ کرو تمہیں محسوس ہو گا کہ ایک حکم ہے ایک بات ہے مگر بار بار نئے اسلوب' نئے طرز ادا اور نئے انداز سے کہی گئی ہے ایک بات بار بار سمجھانا اور اس کو سمجھانا جس کے فائدے کی ہے اور اس کا سمجھانا جس کا کچھ سنورتا بگڑتا نہیں محبت نہیں تو اور کیا ہے یہ تعلق ضابطے کا ہوتا ایک بار حکم دے دینا کافی تھا پھر بندہ بات نہ مانے تو معتب ہے موقع دیا جاتا ہے قانون امہال کا اطلاق ہونے لگتا ہے اگر تعلق ضابطے کا ہوتا تو پھر ہوتا یوں کہ ادھر نافرمانی ہوئی ادھر دھر لیے گئے جب ادھر سے یہ سلوک ہے تو ادھر سے بھی ایسا ہی ہونا چاہیے بندے کا تعلق اللہ سے محبت کا ہو ضابطے کا نہ ہو۔

اللہ سے محبت پیدا ہونے کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق سے خیر خواہی کا جذبہ ابھرنے لگتا ہے اور یہی جذبہ کمال دین ہے بلکہ اصل دین ہے جیسا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا الدین النصیحتہ دین نام ہی مخلوق کی خیر خواہی کا ہے۔ جب اللہ سے معاملہ کھرا ہو گا اللہ کے رسول سے معاملہ یقیناً کھرا ہو گا اور اس کھرے پن سے اللہ کے بندوں کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں دعوت الٰہی دی جائے انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے کی فکر کی جائے۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ کی محبت جب دل میں گھر کر جاتی ہے تو محبوب کی مخالفت کی بات سننا ایسا منظر گوارا نہیں ہوتا۔

ارشاد ہوتا ہے

و قدنزل علیکم فی الکتب ان اذا سمعتم اٰیات اللہ یکفر بھا و یستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ

انکم اذا مثلھم(640.4)

یعنی جب تمہیں ایسے لوگوں سے پالا پڑے جو احکام الٰہی کا انکار کر رہے ہیں ان کا مذاق اڑا رہے ہیں تو ایسی مجلس میں مت بیٹھو اور اگر اس کے باوجود بھی تم وہاں بیٹھ گئے خواہ تم خاموش تماشائی ہی بنے رہے تمہارا شمار انہی میں سے ہو گا۔

نبی کریمؐ نے اس رویے میں تدریج کی صورت فرمادی۔

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ ' فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ فذالک اضعف الایمان اوکما قال

یعنی جب تم اپنے محبوب اللہ تعالیٰ کے کسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

حکم کی مخالفت کا منظر دیکھو تو تمہارا فرض ہے کہ قوت سے اسے روکو اگر ایسا کرنا تمہاری بساط سے باہر ہے تو کم از کم اس کی رکاوٹ کے لیئے زبان کو تو حرکت دو اگر تم ایسے گئے گزرے ہو کہ اتنا بھی نہیں کرسکتے تو کم از کم اس حرکت کو دل سے تو برا سمجھو اور یہ رویہ کمزور ترین ایمان کی علامت ہے۔

تم دیکھتے نہیں کہ اسمبلیوں میں بل پیش ہوتے ہیں پاس ہوتے ہیں مگر کچھ لوگ واک آؤٹ کر جاتے ہیں یہ واک آؤٹ کیا ہے یہی تو ان کی ناپسندیدگی اور بے بسی کا اظہار ہے۔

اب ان تین دائروں کی کچھ تفصیل بھی سن لو معاملہ ہے بندے اور رب کا یہ مخلوق ہے وہ خالق یہ گوشت پوست کی ایک مخصوص اور محسوس صورت اور وہ ایسا کہ جسم اور مکان و زمان کی قید سے پاک یہ ایسا کہ کہتا ہے

یہ جا کہ خلوت دل میں تو ہے ہزار رنگ سے جلوہ گر
مگر آ کے سامنے بیٹھ جا کہ نظر کو خوئے مجاز ہے

وہ ایسا کہ ارشاد ہوتا ہے ۔

لا تدرکہ الابصار

کہ نظر کو اسے دیکھنے کی قوت کہاں حاصل ہے۔

یہ کہتا ہے کوئی خیالی تصویر تو سامنے رکھ لوں وہ فرماتا ہے لیس کمثلہ شیی

اس کی مثل جو کوئی نہیں تم کس نمونے کو پیش نظر رکھ کر خیال سے پیکر تراشی کرو گے اسلیے تم یہی کہو

اے تو غائب ز نظر مہر ایمان من است

تم سے پہلے اس راہ کے مسافر ایسا ہی کہہ گئے ہیں کہ :۔

لو کشف الغطاء ماازدوث یقینا

یعنی اگر درمیانی حجابات اٹھ بھی جائیں تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا مگر باایں ہمہ راہرو کیلئے کچھ سہولتیں ہیں کچھ تدابیر اور یہ دوائر محبت انہی تدابیر کے مظاہر ہیں۔

پہلا دائرہ اسماء کا ہے ارشاد ہے

وللّٰہ الاسماء الحسنی

اللہ کے بہت سے پیارے پیارے نام ہیں اسم اور مسمی میں بڑا گہرا تعلق ہے اسم سے مسمی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے مسمی کی محبت کا اولین تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اس کے اسم سے محبت ہوتی ہے کہتے ہیں قیس عامری کو کسی نے دیکھا کہ اپنی انگلی سے زمین پر کچھ لکھ رہا ہے پوچھا کیا کر رہے ہو

؎ گفت مشق نام لیلی می کنم
خاطر خود را تسلی می دہم

کہنے لگا لیلی کا نام لکھ رہا ہوں مسمی تک پہنچ نہیں سکتا اسم سے ہی اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں

اللہ تعالی کے صفاتی نام بیشمار ہیں ۹۹ نام مشہور ہیں ہر نام اس کی ایک خاص صفت کا مظہر ہے اور اہل طریق کہتے ہیں کہ ہر شخص کے لیے ایک خاص صفاتی نام مربی ہوتا ہے جس سے ان کو طبعی مناسبت ہوتی ہے مگر اسم اللہ اس کا ذاتی نام ہے اور ذات میں تمام صفات موجود ہوتی ہیں اور ذاتی نام تمام صفاتی ناموں کا مجموعی مظہر ہوتا ہے اسلیے اس دائرے میں سالک کو اللہ تعالی کے صفتی ناموں میں غور و فکر کرنا ہوتا ہے یعنی اس دائرے میں سالک کو معرفت ذات بواسطہ اسماء کی مشق کرائی جاتی ہے

دوسرا دائرہ صفات کا ہے۔صفات کا دائرہ بہت وسیع ہے اللہ کی قدرت دیکھو اس کی صفت کے نمونے دیکھو کیا اس کی صفات کا احاطہ کیا جا سکتا ہے؟ اس دائرہ میں اللہ کی محبت اس کی صفات کے واسطے سے سالک اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جمادات کو دیکھو ریت کے ایک ذرے سے لے کر فلک بوس پہاڑ تک ہر طرف اس کی صفات کے مظہر نظر آئیں گے۔ننھے منے پودے کے ایک پتے سے لے کر اونچے اونچے تناور درختوں تک ہر جگہ اسکی صفتوں کے نمونے دیکھو گے۔ ایک بے مایہ چیونٹی سے لے کر جنگل کے گرانڈیل ہاتھی تک کی زندگی پر غور کرو ہر مقام پر اللہ کی صفات کا اظہار ہورہا ہے۔انسانی زندگی پر نگاہ کرو یہ بوقلمونی یہ رنگارنگی،

www.naqshbandiaowaisiah.com

مزاج ' عادات' اقوال افعال میں یہ گوناں گونی اس کی صنعت پر جس قدر تدبر و تفکر کرو گے اس سے محبت بڑھتی ہی جائے گی تو اس دائرے میں معرفت ذات بواسطہ صفات کی تربیت کی جاتی ہے۔

تیسرا دائرہ ذات کا ہے یہ بس نام کا دائرہ ہے ورنہ اس کی وسعت کی کوئی حد نہیں کسی جگہ یہ ختم ہوتا معلوم نہیں ہوتا اس میں نہ اسماء پیش نظر ہوتے ہیں نہ صفات۔ گویا اس دائرہ میں معرفت ذات بلاواسطہ اسماء وذات کی تربیت ہوتی ہے۔ کہتے ہیں' محبت کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔

جمال' کمال' نوال یہ تینوں وصف ہیں صفات ہیں۔

یعنی کسی سے محبت جو ہوتی ہے تو کبھی اس کے جمال کی وجہ سے کبھی اس کی داد ودہش جود وسخا کی وجہ سے کبھی اس میں کسی کمال کی وجہ سے مگر اس محبت کے ساتھ یہ لازم آتا ہے کہ اس محبوب کے بغیر یہ صفات کسی اور میں پائی جائیں تو محبت کا رخ بدل جائے گا' محبت کا مرکز تبدیل ہو جائے گا یا اگر یہ صفات نہ پائی جائیں تو سرے سے محبت ہی نہ ہوتی مگر محبت کی ایک قسم ہے ذات کے ساتھ ' نہ یہ ذات تغیر پذیر ہے نہ محبت کا قبلہ بدل سکتا ہے اس سے محبت ہے اس لیے کہ وہ' وہ ہے اس لیے کہ وہ محبوب ہے اس لیے کہ وہی محبت کا اہل ہے۔

پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گلہ
ان سے بھی پوچھئے کیوں اتنے پیارے ہوئے

کسی حسین کا پیارا ہونا ضروری نہیں۔ کسی جواد اور پیکر جود وسخا کا پیارا ہونا ضروری نہیں کسی صاحب کامل کا پیارا ہونا ضروری نہیں مگر کسی پیارے کا پیارا ہونا ضروری ہے۔

گو اس ذات میں سب صفات ہیں' جمال میں لاثانی' نوال میں بے نظیر' کمال میں بے مثل' مگر محبت اسلیے کہ وہ ذات محبوب ہے۔

سوال یہ ہے کہ ذات کا تصور کیسے ہو' جب نظر اسے دیکھ نہیں سکتی' ذہن اسے سوچ نہیں سکتا ہے ' خیال اس کی کوئی صورت نہیں پیش کر سکتا تو اس کا تصور کیسے ہو؟ بات واقعی پیچیدہ ہے مگر فرض کیجئے آپ ایک ایسے کمرے میں بیٹھے ہیں جن کے درمیان ایک ایسا پردہ لٹک رہا ہے جس کے آرپار نظر نہیں جاسکتی آپ کو یقین ہے کہ پردہ کے پیچھے ایک ایسی ہستی بیٹھی ہے جو ہمہ مقتدر مگر بڑی محبوب آپ نے دیکھا نہیں مگر اس کی موجودگی کا یقین ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ گو مجھے وہ نظر نہیں آتا لیکن اس نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ میری حرکت اسے نظر آتی ہے میری ہر آواز وہ سنتا ہے ہو سکتا ہے اس نے دیواروں میں کوئی متعاکس آئینے لگا رکھے ہوں ممکن ہے مکان کی دیواروں میں کوئی خفیہ سیٹ رکھے ہوں جن کا ریسیونگ اور ٹرانسمٹنگ سسٹم آٹومیٹک ہو اس حالت میں سوچئے آپکی کیفیت کیا ہوگی آپ کا رویہ کیسا ہو گا آپ کی سوچ کا انداز کیا ہو گا؟ اس سائنسی دور میں یہ بات کوئی غیر ممکن نہیں بلکہ اس کی مثالیں عام ملتی ہیں اسی مثال کو ذرا پھیلا کر دیکھئے وہ مقتدر بلکہ قادر مطلق اور محبوب ہستی ہر جگہ موجود ہے اس کی موجودگی پر آپ کو یقین ہے اس کے علیم و خبیر ہونے پر آپ ایمان رکھتے ہیں اس کے سمیع و بصیر ہونے میں آپ کو شک نہیں پھر سوچئے آپ کا رویہ کیا ہونا چاہیے یہی کہ تم نہیں دیکھ رہے مگر رویہ اختیار وہ کرو۔

کانک تراہ جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو کیونکہ وہ موجود بھی ہے اور مجھے دیکھ بھی رہا ہے۔

در حضور دوست ہر جانب نظر کردن خطا است
یک زمان حاضر نشیں اے دل کہ جاناں ناظر است

☆ راستہ پر اکڑ کر نہیں چلنا چاہئے بلکہ دبے پاؤں چلنا چاہئے
☆ ممکن ہو تو سفر تنہا نہیں اجتماعی کرنا چاہئے
☆ صبح سویرے اٹھنا چاہئے
☆ پیٹ کے بل نہیں سونا چاہئے داہنی کروٹ قبلہ رو ہو کر سونا چاہئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

جودم نافل

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

بمقام دار العرفان 19-11-99

انبیا علیہم السلام کی بعثت اور تمام آسمانی کتابوں کے نزول کا واحد مقصد اللہ کے بندوں کو اللہ جل شانہ سے روشناس کرانا اور ایسا تعلق پیدا کرنا ہے جس سے اسے اللہ کی محبت نصیب ہو' اللہ کی اطاعت نصیب ہو اور قرب الٰہی کی طلب پیدا ہو جائے۔ حضرت محمد ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ سورۃ فاتحہ کتاب حکیم کا خلاصہ اور ماحصل ہے۔ سورۃ فاتحہ کا حاصل اس کی ایک آیت کریمہ میں ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اس کا حاصل بسم اللہ کی "ب" میں ہے یہ "با" وصل کی ہے اور تمام کتاب کا حاصل یہ ہے کہ بندے کو غیر اللہ سے الگ کر کے اللہ سے واصل کرے تمام دلائل' تمام نواہی' تمام عبادات' جہاد' شہادت کوئی بھی مرتبہ کوئی بھی درجہ ہو اس سب کا ماحصل یہ ہے کہ بندے کو اللہ جل شانہ سے ایک ایسا تعلق پیدا ہو جائے جس میں محبت ہو' تڑپ ہو' طلب ہو' وارفتگی ہو' شیفتگی ہو اور اس کو اصطلاح شریعت میں معرفت کہا گیا ہے "پہچان"

نبی الصلوۃ والسلام نے جہاں اللہ کی کتاب عطا فرمائی وہاں اس کے مفاہیم بھی عطا فرمائے آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ' آپ ﷺ کا عمل مبارک اور آپ ﷺ کی پسند یہ سب کچھ قرآن کریم کی تفسیریں ہیں' تعبیریں ہیں۔ قرآن پاک پوری انسانی زندگی کا ایک لائحہ عمل ہے ایک ٹائم ٹیبل ہے ایک نظام الاوقات ہے کہ کس وقت کیا کرنا ہے' کس طریقے سے کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا' لیکن کیا کرنے اور کیا نہیں کرنے کے لئے صرف کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں قانون اور ضابطے بنتے ہیں اس میں یہ کرنا ہے نہ نہیں کرنا سب موجود ہوتا ہے پھر اس کے پیچھے حکومت کی ایک مشینری موجود ہوتی ہے جو کسی بھی قانون کی خلاف ورزی یا قانون شکنی پر گرفت کرتی ہے سزا دیتی ہے لیکن کیا لوگ خلوص سے ان قوانین کا احترام کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اتنا ہی احترام کرتے ہیں کہ اگر حکومت کی مشینری دیکھ رہی ہو یا کسی کو پکڑے جانے کا ڈر ہو ورنہ ذرا پس دیوار ہوتے ہیں تو ان کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ان کے خلاف کرتے ہیں۔ اگر احکام الٰہی اور احکام شرعی میں بھی یہی بات ہو کہ کوئی دیکھ رہا ہو تو اس پر عمل کیا جائے اور کوئی سامنے نہ ہو تو اس کی خلاف ورزی کی جائے تو پھر تو کتاب اللہ کا اور بعثت نبوت کا مقصد ہی فوت ہو گیا اللہ قادر ہے اور اگر وہ زبردستی کرانا چاہتا تو انسان کی فطرت میں داخل کر دیتا اور حکم دے دیتا مجبور کر دیتا جو وہ چاہتا لوگ کرتے۔ اسلام صرف مجموعہ احکام نہیں بلکہ نبی ﷺ نے جہاں اللہ کی کتاب دی اس کی تفسیر و تعبیر دی وہاں ایک کیفیت عطا فرمائی رسول ﷺ نے اور وہ کیفیت وہ تعلق قلبی وہ رشتہ الفت اسے کوئی نام بھی دے دیں تو وہ کیفیت جو ہے وہ اصل اسلام ہے تمام احکام شرعی پر عمل کرنے کیلئے اس کی ضرورت ہے فرمایا

یتلواعلیھم آیتہ و یزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمتہ

اللہ کی آیات' اللہ کا پیغام' اللہ کا حبیب ﷺ لوگوں کو سناتا ہے ویزکیھم جو قبول کرلے اس کا تزکیہ فرماتا ہے یہ جسے تزکیہ کہا ہے قرآن مجید نے پاکیزگی صفائی اسی کو جب فارسی میں ترجمہ ہوا' قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ جو کسی غیر ملکی زبان میں ہوا وہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

فارسی میں تھا فارسی والوں نے تزکیے کا ترجمہ تصوف کر دیا اگرچہ آج کل کے زمانے میں یہ لفظ بدنام ہے اور بے شمار لوگوں نے اس کی نفیس بنا کر اور رسومات اور مختلف بدعات اس کے نام پر جاری کر کے اپنی دنیاداری چمکا رکھی ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ اساس ہے یہ اس کیفیت کا نام ہے جو قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے مترشح ہوتی ہے اور بندہ مومن کے قلب کو پاکیزگی' طہارت اور نفاست عطا کر جاتی ہے۔ بدن کی طرح قلب پر میل نہیں چڑھی ہوتی بلکہ قلب کی اپنی بیماریاں ہیں اس کی پاکیزگی بھی ایک معنی رکھتی ہے اور اس کا آلودہ ہونا اور اس کی آلودگی بھی ایک معنی رکھتی ہے۔ قلب کی آلودگی یہ ہے کہ اس میں تکبر ہو جھوٹ ہو برائی ہو نفرت ہو۔ اس طرح کی جتنی بری باتیں ہیں یا برے احساسات ہیں یا بری سوچیں ہیں جو کسی کے نقصان کے لئے ہوں جو اللہ کی نافرمانی کے لئے ہوں جو اللہ کی مخلوق سے نفرت کے لئے ہوں جو اپنی بڑائی اور تکبر کے لئے ہوں یہ قلب کی غلاظتیں ہیں' آلودگیاں ہیں۔

رسول پاک ﷺ نے انہیں کس طرح دھویا اور اسے کس طرح پاک کیا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جو کوئی ایمان لایا اسے ایک نظر نصیب ہو گئی نبی ﷺ کی زیارت سے فیض یاب ہوئی تو وہ اک نگاہ کا معاملہ تھا ایک نظر نے قلوب کو سینوں کو وہ طہارت وہ پاکیزگی دی کہ نبوت کے بعد انسانیت میں سب سے اعلی مقام جو ہے وہ صحبت رسول پاک ﷺ ہے "صحابیت" ہے۔ ایک نگاہ پانے والا صحابی ہو گیا صحابیت کی عظمت یہ ہے کہ اگر دنیا پر بسنے والے سارے لوگ ولی اللہ ہو جائیں اور سب کی ولایت کو اگر جمع کیا جا سکے یا اس کا کوئی مینار تعمیر کیا جا سکے اس کی کوئی عمارت کوئی ڈھیر بنایا جا سکے تو ساری ولایتیں جہاں ختم ہو جائیں گی وہاں سے صحابہ کے قدموں کی گرد شروع ہو گی۔ آگے منازل یا مراتب یا مقامات صحابہ کے آپس میں ہیں سب اچھے ہیں بعض اچھوں میں بہت اچھے ہیں لیکن کم از کم منصب صحابیت یہ ہے کہ دنیا بھر کی ولایت ان کے قدموں کے نیچے ہے اگر کہیں کوئی ایک ولی اللہ ہو تو ہم سمجھتے ہیں وہ زمانہ بابرکت ہے لوگ خوش نصیب ہیں جہاں وہ دفن ہو جائے زیارت گاہ خاص و عام بن جاتی ہے لوگ وہاں جانا سعادت سمجھتے ہیں تو

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ولایت تو ان کے پاؤں کی گرد ہے صحابیت بہت بلند مقام ہے اور تزکیے کا یہ عالم تھا کہ تعلق ہوا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کیساتھ' قلب اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ برکات آئیں ایسا نور آیا ایسی روشنی آئی کہ بندہ مومن کے قلب کو منور کر گئی اور اس درجے کا منور کر گئی کہ وہ صحابی ہو گیا اور عجیب بات ہے کہ عالم جاہل اور غریب چہ بوڑھا مرد عورت جسے بارگاہ عالی میں حاضری نصیب ہو گئی وہ شرف صحابیت سے نوازا گیا اب اس کے بعد فرق مراتب ہے لیکن یہ زمانہ تو ایک زمانہ تھا

خیرالقرون قرنی تمام زمانوں سے بہترین زمانہ تھا۔ جب رسول کرم ﷺ دار دنیا سے پردہ فرما گئے تو یہ برکات یہ کیفیات یہ نسبتیں کیسے حاصل ہوں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیھم اجمعین کی تعریف کرتے ہوئے قرآن پاک میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جسے شرف صحابیت نصیب ہوا اس میں ایک عجیب بات پیدا ہو گئی۔

ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ

یعنی کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک یا آج کی موجودہ سائنس کی زبان میں آپ کہہ لیں کہ اس کے وجود کا ہر سل (cell) اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گیا یعنی ایسا قرب الٰہی نصیب ہوا کہ نہ صرف عقل وشعور کو دل ودماغ اور زبان کو بلکہ جتنے کھربوں سل جو وجود میں ہیں وجود کا ایک ایک سل ناخن

www.naqshbandiaowaisiah.com

بال مسام کھال پٹھے گوشت ہڈیاں حتی کہ ثمہ تلین جلودھم و قلوبھم کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک سارا ہی ذاکر ہو گیا۔

اب رسول پاک ﷺ نے جب دنیا سے پردہ فرمایا تو یہ نسبتیں یہ نعمتیں یہ دولتیں کہاں گئیں؟ کیسے کوئی حاصل کرے گا؟ جس طرح قرآن پہنچا توارث سے پہنچا وراثت میں ملا پہلوں سے پچھلوں کو منتقل ہوا صحابہ سے تابعین کو تابعین سے تبع تابعین کو ان سے بعد میں آنے والوں کو حتی کہ آج بھی ایسے خوش نصیب موجود ہیں جن کے سینوں میں قرآن کا خزانہ ہے جن کی زبانوں پر قرآن کی عبارت ہے جن کے دلوں میں قرآن کی محبت ہے جو آج بھی قرآن اور قرآن کے مفاہیم کو تقسیم فرما رہے ہیں اور دلوں کو نور ایمان سے روشنی عطا کر رہے ہیں اسی طرح حدیث کا ایک شعبہ بن گیا ارشادات نبوی ﷺ کو آگے منتقل کرنے والے محدثین کہلوائے فقہی احکام کا ایک شعبہ بن گیا فقیہ کہلوائے وہ حضرات جنہوں نے عدالتی فیصلے احکام اور آوامر ونواہی اور ان کے فیصلے آگے پہنچائے یہ سارا توارث ہے دین توارث سے پہنچا ہے وراثت میں ملا ہے پہلوں سے پچھلوں کو ملا راستے میں کوئی اسے بڑھائے یا گھٹائے وہ دین نہیں ہو گا دین وہی ہے جو آقائے نامدار ﷺ نے تعلیم فرمایا اور سلف صالحین نے درجہ بدرجہ پچھلوں کو منتقل فرمایا جس طرح احکام ظاہری منتقل ہوئے اسی طرح کیفیات قلبی بھی منتقل ہوئیں

صحابہ کی صحبت میں جو نور ایمان کے ساتھ آ کے بیٹھا وہ درجہ تابعین پہ فائز ہو گیا یہ صحبت کی برکت تھی صحبت کا اثر تھا جسے صحابی کی صحبت نصیب نہیں ہو سکی وہ تابعی نہیں بن سکا تابعین کی صحبت جسے نصیب ہوئی وہ تبع تابعی کہلایا پھر آگے جس طرح شعبے بن گئے اسی طرح یہ بھی ایک شعبہ بن گیا کہ کچھ لوگوں کی عمریں اللہ نے قرآن کی خدمت کے لئے پسند کرلیں انہوں نے ساری عمر قرآن سیکھا اور سکھایا کسی نے قراٰت سیکھی سکھائی کسی نے صرف ونحو کے ذریعے اس کے احکام و مفاہیم سمجھائے کسی نے الفاظ ومعانی کسی نے حفظ کا کام کیا بے شمار شعبے جو صرف قرآنی تعلیمات پہ بن گئے خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہیں اللہ کریم نے اس کام پر لگا لیا کچھ ایسے خوش نصیب تھے جنہیں حدیث پہ جنہیں فقہ پہ لگا دیا کچھ ایسے خوش نصیب بندے تھے جنہیں وہ باطنی کیفیات نصیب ہوئیں اور آگے پہنچانے کا فریضہ نصیب ہوا بڑی عجیب بات یہ ہے کہ علم' ظاہری کیفیات کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن کیفیات علم ظاہری کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں ہر عالم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی عالم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی مجبوری ہوتی ہے اس کی ضرورت ہوتی ہے آوامر ونواہی کو جاننا اللہ کی ذات اور صفات کو سمجھنا احکام شرعی کی منشاباری کو سمجھنا منشا نبوی ﷺ کو سمجھنا اس کے مطابق عمل کرنا

تو یہ کیفیات بھی سینہ با سینہ منتقل ہوئیں لیکن ایک قاعدہ ایک ضابطہ عطا کر دیا رب کریم نے کہ برکات نبوی ﷺ یہ تھیں اس وقت قرآن نازل نہیں ہوا تھا ابھی مکمل نہیں ہوا تھا اس وقت بھی جس نے کلمہ پڑھا شرف صحابیت سے مشرف ہو گیا کتنے لوگ احکام کے نازل ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن وہ منصب صحابیت اپنے ساتھ لے گئے اللہ جل شانہ نے اس کا حاصل بتایا تھا کہ جس کسی کا قلب یا دل یا سینہ صاف ہوا پاک ہوا تزکیہ ہوا روشن ہوا اس کا پورا بدن ذاکر ہو گیا یہ تزکیے کا پھل تھا۔ ثمہ تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ تمام بدن' اللہ کا ذکر کرنے لگ گیا اور ہر جو پھل ہے یہ نظام قدرت ہے کہ جس بیل کا جس درخت کا جس پودے کا پھل ہے وہی اس کا بیج بھی ہے اسی میں دوبارہ وہ درخت پوشیدہ ہوتا ہے تو ذکر الٰہی اگر

www.naqshbandiaowaisiah.com

تزکیے کا پھل تھا تو حصول تزکیے کیلئے اللہ نے پھر ذکر ہی کو بیج بھی بنا دیا اور فرمایا کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو یہ حکم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کو بھی تھا خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی تھا اور نبی علیہ السلام پر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم ولغدوة والعشى تو رسول پاک ﷺ حجرہ مبارک سے مسجد نبوی ﷺ میں جلوہ افروز ہوئے تو فرمایا الحمدللہ جس رب نے مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے ویسے لوگ بھی عطا کر دیے ہیں صحابہ کرام ذکر کرتے تھے نبی ﷺ کے ذکر کا عالم یہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث میں ہے لمبی حدیث ہے جس میں ایک جملہ ہے کہ حضور پاک ﷺ ذکر "علی کل احیالہ" ہر حال میں ہر عالم میں حضور پاک ﷺ ذکر فرمایا کرتے تھے کوئی لمحہ ذکر سے غافل نہیں ہوتا تھا سوتے تھے جاگتے تھے سفر میں تھے کھا رہے تھے پی رہے تھے ہر حال میں ذکر الہی جاری رہتا تھا یہ الگ بات کہ جس طرح نماز کے ارکان فرائض ، سنتیں ، رکعتیں تسبیحات پڑھنا مقرر ہیں جس طرح روزے کی حدود مقرر ہیں جس طرح حج اور زکوۃ کی حدود و قیود مقرر ہیں اسی طرح ذکر کی حدود و قیود مقرر نہیں ہیں ہمہ وقت کرنے کا کام ہے رات دن کرنے کا کام ہے سفر حضر میں کرنے کا کام ہے

الذين يذكرون الله قياما و قعودا وعلى جنوبهم ہر وقت کھڑے ہیں چل رہے ہیں بیٹھے ہیں لیٹے ہیں اللہ اللہ کرتے ہیں اسی کے بارے میں اس آیت کریم میں بھی ایک سلیقہ ارشاد فرمایا۔ لوگوں کو یہ غلطی لگ جاتی ہیں کہ یہ پاس انفاس طریقہء ذکر عہد نبوی ﷺ میں تھا؟ بھئی طریقہء ذکر تو مقصود ہی نہیں مقصود تو ذکر الہی ہے ہر وہ طریقہ جس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو جو شرعاً منع نہ ہو ہر وہ طریقہ جائز ہے چونکہ کوئی طریقہ مقرر نہیں فرمایا گیا فرمایا کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں ذکر کرتے ہیں یہاں حکم دیا جارہا ہے

واذكر ربك فى نفسك اپنے رب کی یاد کو اپنے دل میں بسا لیں دل ہی دل میں اللہ کا ذکر کر تضرعاً وخيفته نہایت عاجزی نہایت مسکنت سے ضرورت مند بن کر اس پر اکڑ نہیں کہ میں نے اتنا ذکر کرلیا۔ تو محتاج ہے تو ضرورت مند ہے اگر تو نے ذکر کر بھی لیا تو یہ بھی اس کی دی ہوئی توفیق ہے پھر تجھے احسان مند ہونا چاہیے کہ مجھے توفیق ذکر نصیب ہے" ودون الجهر" کھپ نہیں ڈالو ایسا ذکر کرو کہ دوسروں کو پریشان نہ کرو کہ سارا شہر اگر ذکر کرنے لگے ہر گلی میں اللہ ہو اللہ ہو کے نعرے بج رہے ہوں اور سارا شہر پریشان ہو اپنی اپنی ذات کو اللہ کے ساتھ وابستہ کرو ایسا ذکر کرو کہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ہو

بالغدو والا صال یہ محاورہ ہے عربی زبان کا جسے انگریزی میں کہتے ہیں ROUND THE CLOCCK اردو میں کہتے ہیں صبح شام رات دن یعنی ہر وقت ہر لمحہ فرمایا ولاتكن من الغفلين اور کبھی غافلوں میں شمار نہ ہونا - غفلت ایک کیفیت ہے کہ وہ لمحات جو یاد الہی کے بغیر بسر ہوں جس میں اللہ کی عظمت کو بندہ بھول جائے جہاں اسے پروردگار عالم کی یاد نہ رہے وہ لمحہ غفلت کا ہے۔

میں پیر مہر علی شاہ صاحب کے فتوے پڑھ رہا تھا جو غالبا ان کی سوانح حیات کے آخر میں دیے گئے ہیں تو انہوں نے ایک عجیب لکھی۔ کسی نے ذبح کا مسئلہ پوچھا کہ بوقت ذبح اگر کوئی تکبیر کہنا بھول جائے اور اس کے گلے کو کاٹ دے اس طرح کا تھا مجھے مسئلہ یاد نہیں ہے لیکن اس کی اصل یہ تھی کہ اگر جانور پر تکبیر نہ پڑھی جائے اور جانور کی زندگی ختم ہو جائے تو کیا کوئی طریقہ ہے کہ پھر اس کی کوئی حلت کا یا اس کا کوئی کیا جاسکے تو انہوں نے فرمایا اگر اللہ کا نام لیے بغیر اس کی جان نکلی گئی تو پھر تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

وہ حرام ہو گیا پھر تو کوئی طریقہ نہیں ہے
کہ بعد میں کوئی تکبیریں پڑھے بسم اللہ
پڑھے یا کچھ کرے وہ نہیں بس وہ تو ختم ہو
گیا تو مسئلہ پوچھنے والا تو چلا گیا تو وہ دیگر
حاضرین سے فرمانے لگے کہ دیکھو اگر جانور
کا دم اللہ کے نام کے بغیر نکلے تو حرام ہے
اور انسان کی سانس جو اللہ کے نام کے
بغیر نکل جائے اس کا کیا ہو گا ہم بھی کتنے
دم لیتے ہیں تو ہمارے جو سانس' ہمارے جو
دم بغیر اللہ کے نام کے جاتے ہیں وہ کس
کھاتے میں شمار ہوں گے لہذا صوفیوں کا
فتوی ہے کہ جو دم غافل سو دم کافر جو دم
غفلت میں گزر گیا وہ اللہ کی ناشکری کی
نذر ہوا یہاں فرمایا!
ولا تکن من الغفلین
یعنی اپنے آپ کو غافلوں میں شامل نہ
ہونے دے اب غفلت سال کی بھی ہے
صدیوں کی بھی ہے پچاس ساٹھ سال کی بھی
ہے مہینے کی بھی ہے دن کی بھی ہے گھنٹے کی
بھی ہے لمحے بھر کی بھی- غفلت' غفلت ہے
تھوڑی بھی ہے تو غفلت ہے اس لیے دوسری
جگہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے
واذکر ربك اذا نسیت
اگر بھول جاؤ' غفلت آجائے تو پھر اللہ کا
ذکر شروع کر دو اس کا علاج پھر یہی ہے پھر
اس طرح سے یاد کرو کہ تلافی مافات ہو
جائے

تو عزیزان من ! احکام الٰہی ہی
اسلام ہیں اوامر و نواہی ہی اسلام ہیں ذات
باری تعالی صفات باری کا جاننا ہی اسلام ہے
لیکن اصل اسلام اللہ کی اس یاد میں ہے جو
دلوں میں بس جائے چونکہ ہر حکم شرعی
کیساتھ خشوع و خضوع ضروری ہے خواہ وہ
نماز ہو 'روزہ ہو' جہاد ہو اس میں خلوص
چاہیئے' خشوع و خضوع چاہیئے۔خلوص' خشوع
و خضوع یہ قلب کی کیفیات ہیں اور یہ اللہ
کے ذکر سے پیدا ہوتی ہیں یہ جو ہمارے
ہاں پیری مریدی کا رواج ہے جس کا آج
ہم ٹوٹل پورا کرتے ہیں کسی کو پیر بنا لیا پھر
ہم سمجھتے ہیں کہ اولاد نہیں ہو گی تو پیر
صاحب دعا دیں گے اولاد ہو جائے گی بچہ
ملازم نہیں ہو رہا تو پیر صاحب تعویز دیں
گے بچہ ملازم ہو جائے گا بیوی لڑتی ہے
تو پیر صاحب گڑ دم کر دیں گے تو ہمارے
گھر میں صلح ہو جائے گی یہ سب خرافات
ہندوؤں سے ہم نے لی ہیں اسلام میں پیر یا
مرشد اسی طرح ہے جس طرح قرآن کا
استاد قرآن پڑھانے کا فن جانتا ہے اس
سے وہ برکات ملتی ہیں محدث حدیث کو
جانتا ہے اس سے وہ برکات ملتی ہیں فقیہہ
فقہ کو جانتا ہے فقہی احکام سے برکات ملتی
ہیں اسی طرح صوفی ان کیفیات کا امین ہوتا
ہے جو قلب اطہر رسول پاک ﷺ سے
تقسیم ہوتی ہیں اس نور کا اس یاد الٰہی کا اس

ذکر الٰہی کا اس کیفیت کا اس محبت کا درد کا
عشق کا امین ہوتا ہے اگر اس کے پاس بیٹھ
کر ہمیں بھی اللہ کی محبت نصیب ہو جائے'
ہمیں بھی اللہ کا ذکر نصیب ہو جائے دوام
ذکر نہ سہی لیکن محروم نہ ہیں کبھی تو اللہ کا
نام لینے کی توفیق بھی ہو جائے ہمارا بھی
ہر دن اللہ کے نام کے بغیر تو نہ گزرے
ہماری بھی ہر رات یاد الٰہی کے بغیر بسر تو نہ
ہو ہماری نمازیں محض ورزش ایکسر سائز اور
اٹھک بیٹھک نہ بن جائیں ہم بھی جب
سر 'زمین پر رکھیں تو احساس ہو کہ پروردگار
عالم کی بارگاہ میں رکھا ہے ہم بھی جب
سبحان ربی العظیم' سبحان ربی
الاعلی پڑھیں تو احساس ہو کہ کس کی
ثناء کر رہے ہیں کس کی بارگاہ میں التجا کر
رہا ہوں اگر کسی شخص کے پاس بیٹھ کر یہ
نعمت نصیب ہو تو وہ پیر ہے ہم اس کے
مرید ہیں -رہے دنیوی امور دنیا کے امور
دنیا بنانے سے پہلے بنانے والے نے طے کر
دیے کون کب پیدا ہو گا کب مرے گا شکل
کیا ہو گی عقل کیا ہو گی رزق کتنا ہو گا عہدہ
کتنا ہو گا یہ سارے طے شدہ امور ہیں ہم
مکلف ہیں محنت کرنے کے اور محنت کرنا
اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز' روزہ
فرض ہے محنت پر رزق نہیں ہے کتنے بچے
ہیں جو بڑے رئیس ہیں اور سیٹھ ہیں رزق
اس نے تقسیم کر دیا ہے ہر ایک کا حساب

www.naqshbandiaowaisiah.com

لے گا

واما اذا مایتلہ ربہ فاکرمہ و نعمہ کسی کا امتحان یہ ہے کہ اسے دولت دے دی اختیار دے دیا حکومت دے دی دیکھ لے گا کہ میں نے تجھے جو کچھ دیا اس کے بدلے میں تو نے میرے بندوں کے ساتھ کیا کچھ کیا میری ذات کو کہاں تک یاد رکھا

واما اذا مایتلہ فقدرعلیہ رزقہ کسی کا امتحان اس میں ہے کہ اس پر بھوک ' افلاس ' بیماری' کمزوری بھیج دیتا ہے یہ اس کا اپنا کام ہے- بندے کا کمال یہ ہے کہ بیماری ہو تو اللہ کو یاد رکھے' صحت مند ہو تو اسکو یاد رکھے-امیر ہو تو اسکو یاد رکھے' فقیر ہو تو اسکو یاد رکھے' ہر حال میں اپنا رابطہ اس کی ذات کے ساتھ قائم رکھے اور پیر وہ ہے جو ہمارے دل میں اس کی یاد بسا دے-نبی پاکؐ سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب تو لوگ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوتے ہیں لیکن جب آپؐ کے اہل صحبت اٹھ جائیں گے زمانہ دور چلا جائے گا آپؐ آخری رسول ہیں کب تک دنیا چلے گی کب تک آپؐ کا دین ہو گا لوگ کس کے پاس بیٹھیں گے فرمایا اس کے پاس بیٹھا کرو جس کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آئے جس کی صحبت میں اللہ کی عظمت دل میں جاگزیں ہو جس کے پاس بیٹھنے سے اللہ کا ذکر نصیب ہو ان لوگوں کے پاس بیٹھا کرنا

سو حضرات گرامی! عمل کے لئے دل میں ایک کیفیت ایک تمنا ایک تڑپ ایک درد چاہیے تب آدمی عمل بھی کر سکتا ہے اور وہ پنہاں ہے اہل اللہ کی صحبت میں اور ذکر الٰہی میں-اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

صقارہ اکیڈمی منارہ ضلع چکوال

داخلہ جماعت ہشتم سیشن 2000ء

تحریری امتحان 27 فروری 2000ء بروز اتوار

انٹرویو بوقت 10 بجے صبح

صقارہ اکیڈمی کی چند خصوصیات

1- راولپنڈی بورڈ سے منظور شدہ۔

2- مروجہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم سے آراستہ تعلیم و تربیت۔

3- قومی ایوارڈ یافتہ قاری کے زیر نگرانی تجوید و قرآن کا بندوبست۔

4- پچھلے نو سال سے راولپنڈی بورڈ میں متواتر سو فیصد نتائج کا حامل منفرد ادارہ۔

5- بورڈ کی پہلی تین پوزیشنوں میں ہر سال پوزیشن لینے کا اعزاز۔

6- اعلیٰ تعلیمی معیار کے اعتراف میں "نیشنل ایوارڈ" کا اعزاز۔

7- اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ۔

8- روحانی اور جسمانی تربیت کا خصوصی انتظام۔

9- فوجی خطوط پر استوار نظم و ضبط۔

10- مارشل آرٹس اور کھیلوں کی لازمی تعلیم۔

11- ہاسٹل کی سہولت۔

12- کوالیفائیڈ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی ہمہ وقت موجودگی۔

نوٹ: 1- رات کے قیام کے لئے 5 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کے مطابق بستر ہمراہ ہو۔

2- "المرشد" کے قارئین سے گزارش ہے کہ اس اشتہار کو فوٹو سٹیٹ کر کے زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

مسلمانوں کا عظیم سپہ سالار سلطان محمود غزنوی

سلطان محمود غزنوی 971ء میں پیدا ہوئے اور 59 سال کی عمر میں 1030ء میں وفات پائی۔ وہ مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار تھے' ان کی سلطنت موجودہ افغانستان' شمال مشرقی ایران' پاکستان اور بھارت پر مشتمل تھی انہیں شجاعت و بہادری کی وجہ سے دنیا میں منفرد مقام ملا' زیر نظر مضمون میں ان کی حالات زندگی اور کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو خصوصی طور پر "المرشد" کے قارئین کے لئے پیش کیا جارہا ہے

لیفٹیننٹ کرنل (ر) غلام جیلانی خاں

سلطان محمود غزنوی وہ پہلا مسلم حکمران ہے جس نے بت کدہ ہند میں حقیقی معنوں میں بت پرستی کا زور توڑا اس نے گیارہویں صدی عیسوی کے پہلے 25 برسوں میں برصغیر پر سترہ حملے کئے پہلا بڑا حملہ 1001ء میں پنجاب پر اور آخری بڑا حملہ 1025 میں گجرات (کاٹھیاواڑ) پر کیا۔ ان مسلسل حملوں نے ہندوستانی راجوں اور مہاراجوں کی قوت مزاحمت تقریباً ختم کردی۔ رقبے کے اعتبار سے ہندوستان ایک بہت بڑا خطہ تھا اور یہاں کے ہندو حکمرانوں نے صدیوں سے ایسے سینکڑوں قلعے تعمیر کر رکھے تھے جو بظاہر ناقابل تسخیر تھے۔ سلطان محمود نے شمالی اور وسطی ہندوستان کے تقریباً تمام مضبوط اور مستحکم قلعوں کو فتح کیا اور اگرچہ اس نے یہاں کوئی مستقل اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش نہ کی تاہم اس کے پے در پے حملوں نے ہندو حکمرانوں کی کمر توڑ ڈالی اور بعد میں آنے والے مسلم حملہ آوروں کا راستہ ایک حد تک صاف کردیا۔

یمین الدولہ ابو القاسم محمود ابن سبکتگین (سلطان محمود غزنوی) 971ء میں پیدا ہوا اور 59 سال کی عمر میں 1030ء میں وفات پائی۔ اس کی سلطنت موجودہ افغانستان شمال مشرقی ایران' پاکستان اور بھارت پر مشتمل تھی اس کے عہد میں غزنی ملک کا پایہ تخت تھا جو تہذیب و تمدن کا ایسا مرکز بنا کہ بغداد کو مات کرگیا۔

سلطان محمود کا باپ سبکتگین ایک ترک غلام تھا جو اپنے آقا الپتگین کی وفات کے بعد 977ء میں غزنی کی ریاست کا حکمران بنا۔ والد کی وفات کے بعد 998ء میں جب محمود غزنوی نے عنان اقتدار سنبھالی تو اس کی عمر 27 سال تھی یہ وہ دور تھا کہ یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا عسکری مورخین 800ء سے 1000ء تک کی مدت کو یورپ کا عہد تاریک (DARK AGE) شمار کرتے ہیں تاہم ایشیاء میں یہ دور مسلم سلجوق ترکوں کا زریں دور کہلاتا ہے بحیرہ کیسپین اور بحیرۂ اسود کے شمال و جنوب میں ان ترکوں نے اپنی ترک تازیاں جاری رکھیں شمال اور مغرب میں یورپ کی طرف اول باز نطینی عیسائیوں نے ان ترک حملوں کو روکنے کی کوشش کی اور اس میں انہیں کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی لیکن جنوب کی سمت تقریباً تمام باز نطینی مقبوضات ایک ایک کرکے عیسائیوں کے ہاتھ سے نکل گئے اور مشرق وسطی سارے کا سارا مسلمانوں کے قبضے میں آگیا ترک نوجوانوں کی شہسواری اور دلاوری ساری دنیا میں مشہور تھی امیر سبکتگین انہی ترکوں میں سے ایک تھا۔

ترک غلاموں کی تجارت عام تھی۔ "غلام" کا لفظ ایک وسیع المعانی لفظ ہے اور برصغیر میں اس لفظ کے جو معنی لئے جاتے ہیں' مشرق وسطی میں ہرگز ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا تھا انگریزی عہد میں اس لفظ کے ساتھ جو حقارت اور پستی منسلک کی گئی' وہ ترکوں کے ہاں نہیں تھی۔ یہ ایک باقاعدہ "دبستان" تھا جس نے دنیا کو بہت سے بلند ہمت' زور آور' ذہین و فطین اور صاحب نظر حکمران عطا کئے سلطان قطب الدین ایبک اگرچہ ایک غلام تھا اور سلطان محمود غزنوی بھی ایک غلام کا بیٹا تھا لیکن اول الذکر برصغیر میں ایک ایسے خاندان کا بانی ہوا جس نے التمش اور سلطانہ رضیہ جیسے فرمانروا پیدا کئے اور موخر الذکر جیسی صد پہلو شخصیات تو بہت ہی کم پیدا ہوئیں اس نے جب ملک کی باگ ڈور سنبھالی تو پہلے اپنی ریاست کے اندرونی استحکام میں دو تین سال صرف کئے اور بغداد کے عباسی خلیفہ سے حکمرانی کے استحقاق کا پروانہ حاصل کیا۔

صوبہ پنجاب پر اس وقت ایک طاقت ور ہندو راجہ جے پال کی حکومت تھی محمود غزنوی نے جب پنجاب پر لشکر کشی کی تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس کی فوج میں پندرہ ہزار گھڑسوار تھے جے پال کی کمانڈ میں بارہ ہزار گھڑ سوار بتیس ہزار انفنٹری اور تین سو ہاتھی تھے۔ گھمسان کا رن پڑا اور جے پال کے پندرہ سو سپاہی مارے گئے جے پال گرفتار ہوا لیکن محمود غزنوی نے اسے چھوڑ دیا۔ تاہم اس نے اس شکست کی بدنامی کی وجہ سے خودکشی کرلی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا آنند پال پنجاب کا راجہ بنا آنند پال نے سارے شمالی ہندوستان کے راجوں اور مہاراجوں سے مذہب اور ہندوستانی غیرت کے نام پر مدد کی اپیل کی۔ چنانچہ بہت کم عرصے میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہوگیا۔ بھارت دیس کو بچانے کے لئے ہندو دیویوں نے اپنے زیورات اور ہیرے جواہرات بھیجے تاکہ ان کو بیچ کر دیس کا دفاع مضبوط کیا جائے۔ محمود غزنوی کی فوج کے ساتھ آنند پال کا سامنا تقریباً" اسی جگہ ہوا جہاں اس کے باپ کے ساتھ ہوا تھا سلطان کی چال یہ تھی کہ پہل آنند پال کی طرف سے ہو چنانچہ یہی ہوا دو ماہ کی بے عملی اور تعطل سے مجبور ہو کر ہندو فوج نے 1000ء میں حملہ کردیا۔ بہت شدید لڑائی ہوئی۔ میدان محمود کے ہاتھ رہا اس عظیم فتح نے محمود کے لئے ہندوستان کے دروازے کھول دیئے اس نے ہر سال ہندوستان پر چڑھائی کی اور بڑے بڑے قلعوں اور ریاستوں کو روند ڈالا۔

آخری بڑا حملہ محمود نے 1024 میں سومنات پر کیا۔ بعض مورخ اسے سولہواں حملہ قرار دیتے ہیں اور بعض سترھواں۔ یہاں بھی سارے ہندوستان کے راجے اور حکمران محمود غزنوی کے مقابلے پر تھے۔ محمود غزنوی کی افواج ملتان کے راستے سومنات پر حملہ آور ہوئیں یہ ساحل کاٹھیا واڑ پر ایک بہت بارونق اور مقدس مقام تھا شہر کے وسط میں ایک بہت عظیم الشان مندر تھا سومنات کی یہ جنگ تاریخ کے عظیم معرکوں میں شمار کی جاتی ہے۔ فتح سومنات کے بعد وہ 1025ء میں واپس غزنی لوٹا اس کے ان سترہ حملوں کی تفصیلات اتنی سحر انگیز ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے سپہ سالاروں نے ان سے پیشہ وارانہ فیض حاصل کیا اور اس عظیم مسلم سپہ سالار کو دل کھول کر خراج عقیدت پیش کیا۔

کابل کے جنوب مغرب میں ڈیڑھ دو سو میل کے فاصلے پر غزنی کا شہر آج بھی آباد ہے لیکن اب یہ ایک قصبہ ہے سلطان کا مزار یہیں ہے ایک ہزار سال پہلے یہی غزنی سلطان کا پایہ تخت تھا اسلامی اور ترک تہذیب و تمدن کا امتزاج شہر کی ایک ایک اینٹ سے نمایاں ہے۔ غزنی کے گرد و نواح کا علاقہ ایک بہترین اور عظیم فوج کا ٹریننگ ایریا کہلانے کا واقعی مستحق ہے اس کے وسیع و عریض مرغزار اور چراگاہیں سلطان کی کیولری کی پیشہ ورانہ تربیت کے لئے فطرت کا گویا ایک انعام تھیں یہاں کی سرد اور خشک آب و ہوا' برف باری' ٹھنڈ پالے والے لیکن تند و تیز دریا اور سرسبز و شاداب پہاڑ ہی ایک ایسی سپاہ کی تربیت کرسکتے تھے جو ہندوستان جیسے گرم اور گرم مرطوب علاقوں کے باشندوں اور فوجیوں کو میدان جنگ میں شکست دینے میں ہمیشہ آسانی محسوس کرتی رہے۔ محمود غزنوی نے اپنی افواج کو عسکری تربیت دینے کے لئے اس آب و ہوا اور اس خطہ زمین سے بھرپور استفادہ کیا اور پھر ہر سال یہ اہتمام کرتا رہا کہ یہ ٹروپس ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جاکر اپنی تربیت کا عملی اور زندہ (Live) ثبوت مہیا کریں اس کے سترہ اٹھارہ حملے اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ ایک بڑی فوج کے اقتصادی اور تربیتی پہلوؤں کے تقاضے پورے کرنے کا گہرا شعور رکھتا تھا۔

بعض متعصب مورخوں نے محمود غزنوی کو محض لٹیرا اور ڈاکو لکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ وہ صرف لوٹ مار کے لئے ہندوستان پر حملے کرتا رہا اور یہاں کوئی مستقل سلطنت قائم نہ کی۔ محمود غزنوی کے معترضین میں زیادہ تعداد فرنگی مورخین کی ہے یہ لوگ اپنے بحری ڈاکوؤں اور لٹیروں کو تو عظیم کمانڈر اور امیر البحر کہتے نہیں تھکتے لیکن اسلام کا کوئی فرزند اگر تاریخ ساز کارنامے انجام دیتا نظر آئے تو اس کے کردار پر کیچڑ اچھالنے میں پیش پیش ہوتے ہیں سلطان کی عسکری ضروریات میں اقتصادی پہلو ایک نمایاں عنصر تھا اور تاریخ کے ہر دور میں ہر جگہ یہ عنصر نمایاں رہا ہے اور آج بھی ہے۔ ہندو عورتوں اور مہارانیوں نے تو اپنے زیورات اور ہار سنگھار تک اپنے سورماؤں کو پیش کردیئے تھے کہ یہ لے لو اور سلطان محمود کے حملہ آور فوجیوں کو ادھر نہ آنے دو مالی خوشحالی بعد میں آتی ہے' پہلے میدان کارزار کی مشکلوں سے گزرنا پڑتا ہے سلطان محمود کی سپاہ نے پہلے جانوں کا نذرانہ پیش کیا' شہادت کو گلے لگایا اور جو غازی بچ نکلے انہوں نے اگر مہارانیوں کے نو لکھا ہار اور سولہ سنگھار اپنے قبضے میں لے لئے تو عین منطقی اور فطری ردعمل تھا غزنی سے جتنا سومنات دور تھا' سومنات سے غزنی بھی اتنا ہی دور تھا تو پھر کسی ہندو راجہ" نے غزنی پر چڑھائی کیوں نہ کی؟ کس نے روکا تھا انہیں؟

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

www.naqshbandiaowaisiah.com

محمود غزنوی کی کیولری کا ذکر اوپر آچکا وسط ایشیاء کی یہی گھڑ سوار فوج تھی جس نے صدہا برس تک چار دانگ عالم میں اپنی مہارت کا لوہا منوایا اس کی فوج میں پیدل سپاہ (انفنٹری) کا ایک دستہ بھی نہ تھا ساری کی ساری فوج گھڑ سوار تھی۔ اس حد درجہ موبائل فورس کا مقابلہ جب ہندوستان راجاؤں کی انفنٹری، کیولری اور فیل سوار انفنٹری سے ہوا تو موخرالذکر نے حملہ آور کیولری کی پیشہ ورانہ چابکدستی اور دلاوری کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ حرکت سے لبریز طریق جنگ کی غیر متحرک اور ساکن طریق جنگ پر سبقت تھی کہ جس کے طفیل گھوڑوں کو ہاتھیوں پر اور تیر اندازوں کو تلوار بازوں پر فتح ملتی رہی۔ مسلح فوج کا سارا زور ہتھیاروں اور سازو سامان کو سبک اور باکار رکھنے پر ہوتا تھا دوسری طرف ہندو افواج اپنے سارے داؤ پیچ دفاع کو مضبوط بنانے پر صرف کرتی تھیں ان کا دفاعی جنگ کا ڈاکٹرین صدہا سالوں سے ایک ہی نہج پر چلا جا رہا تھا۔ وہ مورچے کھود کر اور قلعوں میں محصور ہو کر دفاع کرنے کو سب کچھ سمجھتی تھیں۔ ہاتھیوں کی فوج ظفر موج کو بھی ایک قسم کا ناقابل تسخیر قلعہ تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن گھوڑے میں جو بے پناہ موبلٹی اور گھڑ سوار کو جو بے انداز اہمیت منوور (Manoeuvreablity) حاصل تھی، اس کا شعور و ادراک بہت کم راجوں مہاراجوں نے کیا۔ وہ دفاع میں کٹ مرنے کو سب کچھ سمجھتے تھے جبکہ مسلمان حملہ کر کے دفاع کو کاٹ ڈالنے پر ایمان رکھتے تھے تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کا یہی اصول جنگ اہل مغرب نے بعد میں اپنی عسکری تعلیمات کا انوٹ انگ بنا کر بے مثال کامیابیاں حاصل کیں۔ سلطان محمود کی کیولری اس ترک کیولری کی بہترین مثال تھی جس نے ایشیائے کوچک سے اٹھ کر مصر، یورپ اور مشرقی ایشیاء کو روند ڈالا تھا یہی وہ کیولری تدبیرات (Tactics) تھیں جن کو دو سو سال بعد چنگیز خان اور پھر ہلاکو خان نے اپنا کر پوری دنیا کو دہشت زدہ کر دیا تھا سلطان محمود اگر چنگیز کی طرح ظلم و جور کو شعار بناتا تو آج لوگ چنگیز کو بھول کر محمود کی وحشت کے قصیدے تو پڑھتے لیکن اسلام کے دامن پر ایک داغ لگ جاتا۔ سلطان محمود نے جنگ و جدل میں جن عسکری روایات کو فروغ دیا ان میں ایک "جلالی حسن" تھا جبکہ چنگیزی عسکری روایات میں محض قہاری، سفاکی اور وحشت ناکی نمایاں تھی۔

سلطان محمود کو ہندو راجاؤں کے ساتھ جنگ میں دو قسم کی صورت حال کا سامنا ہوا کرتا تھا ایک تو یہ کہ وہ لوگ کھلے میدان میں نکل کر جنگ کرتے تھے جیسا کہ پشاور، لاہور اور سومنات میں ہوا۔ یا پھر وہ قلعہ بند ہو کر دفاع میں بیٹھ جانے کو ترجیح دیتے تھے جیسا کہ قنوج، متھرا، گوالیار وغیرہ میں ہوا۔ کھلے میدان میں محمود غزنوی کی کیولری کی کارکردگی کا ذکر اوپر ہو چکا محصور ہو کر بیٹھ جانے میں محض وقت کا دورانیہ بڑھ جایا کرتا تھا۔ نتیجہ محمود غزنوی کی افواج کی فتح ہی میں نکلتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان نے قلعہ کی فصیلوں کو منہدم کرنے کے لئے جن منجنیقوں کا استعمال کیا ان میں جدت فکر و عمل شامل تھی بارود اس وقت تک ایجاد نہیں ہوا تھا۔ پتھروں کو ایک آلے کے ذریعے قلعے کی دیواروں پر مارا جاتا تھا ان آلات کو منجنیق کہتے تھے تین سو سال پہلے محمد بن قاسم نے بھی دیبل کی فتح میں منجنیق کا استعمال کیا تھا اور راجہ داہر کو شکست دی تھی لیکن ان تین سو سالوں میں منجنیق سازی کے فن میں کافی پیش رفت ہوئی تھی لیور کی انواع و اقسام ایجاد ہو چکی تھیں اس کے علاوہ سرنگ لگا کر بھی قلعے کی دیواروں کے نیچے پہنچا جاتا تھا۔ بعض محاصروں میں ایک بہت بڑا ٹاور چار پہیوں پر کھڑا کر کے اس کے سامنے کے حصوں کو ڈھال کی طرح دشمن کی تیر اندازی سے محفوظ کر دیا جاتا تھا اس ٹاور میں تیر انداز بٹھا کر سارے قلعے کی دیواروں تک لے جاتے تھے اور پھر فصیل پر چڑھ کر قلعے کے اندر داخل ہو جاتے تھے ایک اور طریقہ جلتے ہوئے تیروں کو قلعے کے اندر پھینک کر آگ لگانا اور محصور سپاہ میں خوف و ہراس اور بددلی پیدا کرنا تھا یہ تیر پٹرول میں بھگو کر ان کو آگ لگا کر پھینکے جاتے تھے ان کو "نفت" کہتے تھے سلطان محمود نے ہندوستان کے مختلف قلعوں کی تسخیر میں ان تمام عسکری حربوں کو آزمایا اور کامیاب ہوا۔

ایک سپاہی کو میدان جنگ میں اتارنے کے لئے جن غیر عسکری مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ان کو انصرامی مراحل کہا جاتا ہے جنگ میں لڑنے کے لئے اسلحہ، بارود، سازو سامان، راشن، پانی اور دیگر طبی سہولیات وغیرہ کی فراہمی تمام کی تمام انصرام (Logistics) میں شمار ہوتی ہیں آج بھی یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس کمانڈر کو فوج کے انصرامی پہلوؤں کا درست ادراک نہ ہو، وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ سلطان محمود نے یکے بعد دیگرے ہندوستان پر سترہ حملے کئے ان میں بعض مقامات غزنی سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہزاروں میل دور تھے راستے میں دریا' نہریں' ندیاں' نالے' پہاڑ' دلدل' ریگستان' برف باری' بارش' آندھی' بگولے سبھی کچھ آتے ہوں گے۔ ہزاوں گھڑسواروں پر مشتمل سپاہ جب اپنے مستقر سے چلتی ہوگی اور اسے اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے کے لئے راستے میں جن جن ضروریات سے سابقہ پڑتا ہوگا ان کی ایک بہت طویل فہرست ہوگی اور سلطان کی انصرامی اہلیت کی داد دینی چاہئے کہ اس نے ان تمام ضروریات کا نہ صرف خیال رکھا بلکہ منصوبہ سازی سے تکمیل تک تمام مرحلوں کو بڑی خوش اسلوبی سے سرکیا۔

اور دوسرے متفرق ہتھیار بھی ضرور ہوں گے لیکن محمود کی کیولری فورس میں نیزہ' تیر کمان اور ڈھال تلوار ایسے ہتھیار تھے جو بہت عام تھے اور جن کا استعمال بھی عام تھا سلطان ہر سال واپس غزنی جاکر ان تین ہتھیاروں کی فراہمی کا ازبس زیادہ خیال رکھتا تھا تلوار ڈھال' نیزہ' اور تیر کمان میں جو مواد استعمال ہوتا تھا' سلطان کا "ماسٹر جنرل آرڈیننس" (MGO) اس کی تمام تفصیلات کا گویا حافظ ہوا کرتا تھا البیرونی نے سلطانی لشکر کے جاہ و جلال کا جو تذکرہ کیا ہے اس میں اس پہلو کا بطور خاص ذکر کیا ہے یہی وجہ تھی کہ ترکوں کی تلواریں ہندی تلواروں سے زیادہ کاٹ دار اور ترک ڈھالیں ہندی ڈھالوں سے زیادہ مضبوط لیکن وزن میں ہلکی ہوتی تھیں۔ تیر کمان کے استعمال پر جو قدرت سلطان کے گھڑ سوار تیر اندوزوں کو تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ متحرک اہداف (MOVING TRAGETS) کو نشانہ بنانا اور وہ بھی گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر اور تقریباً 50-60 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے تیز دوڑتے گھوڑے سے' ایک ایسا کمال فن تھا جو ترک شہسواروں سے خاص تھا۔ سلطان محمود کے گھڑسوار تیر اندازوں کی یہی تیزی اور تندی' یہی اہلیت منوور' یہی سبکدستی' یہی دلاوری اور یہی تیر افگنی تھی جس نے اتنے بڑے برصغیر کی اتنی کثیر افواج کو سالہا سال تک انگشت بدنداں رکھا۔

سلطان محمود پہلا فرمانروا تھا جو اسلامی علم ہندوستان کے قلب تک لے گیا۔ غزنی میں اس کا دربار علماء' فضلاء' فقہا اور شعراء کا مرکز تھا۔ وہ اسلام کا شیدائی اور سنت نبوی ﷺ کا پیروکار تھا۔ اس نے مسلم تہذیب و تمدن کو ہندوستان میں متعارف کروایا اور ہندو کلچر کے بعض نمونے غزنی لے گیا۔ اس نے غزنی میں مدرسے قائم کئے باغات' محلات' کارواں سرائے اور مساجد تعمیر کیں اور بہت جلد اس کا پایہ تخت وسط ایشیاء میں اسلامی تمدن و ثقافت کا گہوارہ بن گیا۔ وہ اگر اپنی فوج کا بلڈوزر سرزمین ہندوستان پر نہ چلاتا تو سلاطین دہلی اور شاہان مغلیہ اپنی شاداب فصلیں کاشت نہ کرسکتے۔ محمود غزنوی نے طاؤس و رباب کو خیرباد نہ کہا' اس کو صرف شمسیر و سناں کی ساتھ منسلک کردیا وہ کہا کرتا تھا کہ جب بھی ہماری فوج کوئی فتح حاصل کرکے واپس اپنے ہیڈکوارٹر میں لوٹے تو اس کو جشن منانے کا پورا پورا حق ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ محمود غزنوی کسی بھی کامیاب عسکری آپریشن سے پہلے ہرگز کوئی محفل شعروسخن برپا نہ کرتا۔ ہاں جب فتح ونصرت کی گھڑی آتی تو پھر فردوسی' انوری' خاقانی اور منوچہری سارے اکٹھے ہوجاتے۔ اس کے دربار میں شاعروں کی پوری ایک بٹالین تھی جس کا کمانڈنگ آفیسر وہ خود نہ تھا بلکہ فردوسی تھا جس نے شاہنامہ لکھا فارسی زبان میں جنگ و جدال اور کشت و قتال کے موضوعات کو اشعار میں نظم کروانے کا سہرا بھی سلطان محمود کے سر باندھا جاتا ہے۔

بعض غیر مسلم خصوصاً" ہندو مؤرخوں نے سلطان کو مال وزر کا حریص اور راہزن لکھا ہے لیکن سومنات کے مندر میں بت شکنی کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی صداقت پر یہ تنگ نظر اور متعصب مورخین بھی "آمنا و صدقنا" کہنے پر مجبور ہیں بت شکنی پیغمبروں کا شیوہ تو رہا ہے لیکن تاریخ عالم میں شاید ہی کوئی ایسا غیر مسلم حکمران گزرا ہو جس نے بے حساب مال غنیمت کو محض اپنے دین کی رضا پر قربان کردیا ہو۔ سلطان محمود غزنوی کا صرف یہی ایک امتیاز اس کو حکمرانوں کی صف سے اٹھاکر ولیوں کی صف میں لاکھڑا کرتا ہے!

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی مرزا شہزاد کے بھائی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت

میجر غلام قادری صاحب مجاز ساتھی کی ہمشیرہ وفات پاگئیں ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت

رفاقت علی نائیک (احمد پور شرقیہ) کے والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔